REGISTERED WITH THE REGISTRAR OF NEWSPAPERS FOR INDIA AT NO. R. N. 61/57.

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم نحمدہ و نصلی علی رسولہ الکریم وعلیٰ عبدہ المسیح الموعود

POSTAL REGISTRATION NO. P/GDP-23.

ولقد نصرکم اللہ ببدر و انتم اذلۃ

جلد ۴۱ — شمارہ ۴۱

ہفت روزہ بدر قادیان

ایڈیٹر:- منیر احمد خادم

نائبین:- قریشی محمد فضل اللہ — محمد نسیم خان

شرح چندہ
سالانہ ۱۰۰ روپے
بیرونی ممالک:-
بذریعہ ہوائی ڈاک:- ۲۰ پاؤنڈ یا ۴۰ ڈالر امریکن
بذریعہ بحری ڈاک:- دس پاؤنڈ یا ۲۰ ڈالر امریکن

THE WEEKLY "BADR" QADIAN-143516

ہفت روزہ بدر قادیان ۱۴۳۵۱۶

۱۱ ربیع الثانی ۱۴۱۳ ہجری — ۸ اخاء ۱۳۷۱ ہش — ۸ اکتوبر ۱۹۹۲ء

اخبارِ احمدیہ

بفضلہ تعالیٰ سیدنا حضرت امیر المومنین خلیفۃ المسیح الرابع ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز بخیریت و عافیت ہیں۔ الحمد للہ۔
احباب کرام پیارے آقا کی صحت و سلامتی درازیٔ عمر، مقاصدِ عالیہ میں معجزانہ فائز المرامی اور خصوصی حفاظت کے لئے دُعائیں جاری رکھیں۔ اللہ تعالیٰ حضور انور کا ہر آن حافظ و ناصر رہے اور رُوح القدس سے آپ کی تائید و نصرت فرمائے۔ آمین ٭

پریس ریلیز

مُلک کے دانشور طبقہ سے جماعت احمدیہ کی اپیل

سید تنویر احمد ایڈووکیٹ سیکرٹری پریس کمیٹی جماعت احمدیہ بھارت

ہر انسان کا یہ بنیادی حق ہے کہ اس کو ہر طرح کی آزادیٔ ضمیر و مذہب حاصل ہو۔ جس مذہب کے ساتھ چاہے وہ تعلق رکھے، اس پر عمل کرے اور اخلاق کے ساتھ اور دلائل کے ساتھ اس کا پرچار کرے۔

اسلام نے خاص طور پر آزادیٔ ضمیر و مذہب کے لئے بہت راہنمائی کی ہے۔ لیکن تعصب، تنگ نظری اور سیاسی مفادات نے بعض مذاہب کے پیروکاروں کو غلط راہ پر ڈال دیا ہے۔ جس سے نہ صرف یہ کہ وہ مذہب بدنام ہوتا ہے بلکہ معاشرہ میں بدامنی اور فساد پیدا ہو جاتا ہے۔ اور چند متعصب۔ تنگ نظر اور مفاد پرست مذہب کے ٹھیکیداروں کی اشتعال انگیزی سے غریب عوام کا گھر برباد ہو جاتا ہے اور بعض اوقات مُلک خوفناک تباہی سے دوچار ہو جاتا ہے۔

پاکستان میں ایسے ہی متعصب۔ تنگ نظر اور مفاد پرست مُلّاؤں کے زیرِ اثر عوام اور حکومت بھی احمدیہ مسلم فرقے کو قریباً بیس سال سے طرح طرح کے مظالم کا نشانہ بنا رہی ہے۔ اور اس جماعت کو ہر طرح کی آزادیٔ ضمیر و مذہب سے محروم کر کے یکطرفہ ان کے خلاف زہریلا اور اشتعال انگیز پراپیگنڈہ کرتی چلی جا رہی ہے۔

لیکن اس ننگِ انسانیت مخالفت کے باوجود جماعت احمدیہ بفضلہ تعالیٰ، اسلام کے امن بخش پیغام کو لیکر دُنیا کے ۱۳۰ ممالک میں اپنا اثر و نفوذ قائم کر چکی ہے۔ ۵۰ سے زائد زبانوں میں قرآن کریم کے تراجم شائع کر چکی ہے اور سینکڑوں مساجد بنا رہی ہے۔ اور فرقہ دارانہ ہم آہنگی کو قائم رکھنے کی ہر ممکن کوشش کرتی ہے۔ چنانچہ یہی وجہ ہے کہ ہر مُلک میں اس جماعت کو اُس کی تعلیمات اور اس کے کردار کے پیشِ نظر عزّت کی نگاہ سے دیکھا جاتا ہے۔

بدقسمتی سے پاکستان میں جماعت کے خلاف شائع ہونے والا اشتعال انگیز زہریلا مواد دیوبندی مُلّاؤں کے ذریعہ ہندوستان میں بھی پھیلایا جا رہا ہے۔ اور صرف یہی نہیں بلکہ جگہ جگہ جماعت احمدیہ کے خلاف ردِّ قادیانیت کیمپ لگا کر سادہ عوام کو احمدیوں کے خلاف بھڑکایا جا رہا ہے۔ اور احمدیوں کا بائیکاٹ کرنے اور اُن کو ہر طرح تنگ کرنے پر اُکسایا جا رہا ہے۔ اور ہندوستان میں بھی احمدیت کے خلاف پاکستان جیسے حالات پیدا کرنے کی کوشش کی جا رہی ہے۔

اس خطرہ کو بھانپ کر جماعت احمدیہ نے ہندوستان کے علماء کو ہمدردانہ نصیحت اور مشورہ کا ایک خط بھجوایا ہے اور اُن سے اپیل کی ہے کہ وہ غور کریں کہ مخالفت کا جو طریق پاکستان میں اپنایا گیا اور اب آپ بھی یہی طریق اختیار کر رہے ہیں۔ کیا یہ طریق حضرت محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کے صحابہ کا طریق تھا یا آپ کے مخالفین کا طریق تھا؟ اور جو یکطرفہ الزامات سو سال سے آپ جماعت احمدیہ پر لگاتے آ رہے ہیں جن کا بارہا جواب دیا جا چکا ہے اور بالآخر مباہلہ کے لئے بھی بُلایا گیا۔ اس کے باوجود نہ مباہلہ کے مقابلہ میں سامنے آئے۔ نہ ہمارے جوابات پڑھتے ہیں اور نہ مخالفت سے باز آتے ہیں۔ لہذا ایک دفعہ پھر ہم آپ کو اپنے الزامات کے جوابات پر مشتمل لٹریچر بھجوا رہے ہیں۔ اس کو پڑھنے کے بعد تو آپ کو انصاف اور خدا خوفی کے ساتھ فیصلہ کرنا چاہیئے۔

بعض شریف علماء کی طرف سے اس خط کا مثبت جواب ملا ہے اور انہوں نے خواہش ظاہر کی ہے کہ آپ اپنا لٹریچر بھجوائیں ہم ضرور غیر جانبدارانہ نظر سے پڑھیں گے۔ لیکن اکثر علماء اپنے طریق پر قائم ہیں اور بعضوں نے اس اپیل کا جواب بدتمیزی کے ساتھ دیا ہے۔

اب ہم اس خط کا مضمون جو درج ذیل ہے مُلک کے سنجیدہ، پڑھے لکھے، انصاف پسند دانشوروں اور حکام اور صحافیوں وغیرہ کی خدمت میں اس غرض سے پیش کرنا چاہتے ہیں کہ وہ بھی ہندوستان میں سر اُٹھا رہے اس مخالفانہ طوفان کا ابھی سے احساس کر لیں۔ اور ہماری اپیل کو پڑھیں اور دیکھیں کہ کیا واقعہ ہو رہا ہے۔ کون امن کی طرف دعوت دیتا ہے اور کون فساد کی طرف بُلا رہا ہے۔

اگر مُلک کے دانشور۔ انصاف پسند حکّام اور سیکولر ذہنیت کے صحافی بھی اس موقع پر خاموش رہیں اور اگر اس اشتعال انگیزی کی اجازت دی جاتی رہی تو نہ صرف عوام کا امن برباد ہوگا بلکہ اس طرح مُلک اور حکومت کو بدنامی اور بربادی کا مُنہ دیکھنا پڑے گا۔ خدا کرے کہ ہندوستان میں یہ نوبت کبھی نہ آئے۔

علمائے ہند کے نام خط

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم — نحمدہ و نصلی علی رسولہ الکریم

بخدمت مکرم و محترم ....

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ۔

اگر آپ آنحضرت صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہٖ وسلم کی محبت میں یہ سمجھتے ہوئے احمدیت کی مخالفت کر رہے ہیں کہ یہ جماعت، آنحضرت صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہٖ وسلم کی دُشمن ہے تو ہماری حسب ذیل نصیحت پر عمل کریں:-

اوّل: حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی نظم و نثر میں ان تحریروں کا مطالعہ کریں جو آپ نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہٖ وسلم کے عشق میں فنا ہو کر لکھی ہیں۔ عربی۔ فارسی اور اُردو میں آپ کی جو نعتیں ہیں اُن کو پڑھیں۔ اور پھر آپ کے خلاف مغلظات بکنے اور گالیاں دینے کو جب دل چاہے تو اپنے دل پر ہاتھ رکھ کر خدا کو حاضر ناظر جان کر ضرور یہ غور کر لیا کریں کہ جس شخص کو گالیاں دینے کے لئے دل میں غیظ اُبل رہا ہے اُس نے حضرت اقدس محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہٖ وسلم کے عشق میں کیسا لافانی کلام کہا ہے۔ جس کی فطرت میں سچائی کا ذرا بھی مادہ ہو وہ اس کلام کے مطالعہ کے بعد اپنے دل میں ایسے شخص سے کوئی کینہ نہیں رکھ سکتا جو اُس کے محبوب کا اس انداز کا عاشق ہو۔ افسوس ہے کہ آپ لوگ یکطرفہ زہریلے معاندانہ پروپیگنڈہ سے متأثر ہو کر آنکھیں بند کر کے خدا کے ایک مقدس بندے پر زبان درازی کرتے ہیں جو آنحضور صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہٖ وسلم کی محبت میں اس طرح والہانہ نثار تھا کہ خود اپنے آپ کو گالیاں دینے والے معاندین کے متعلق یہ کہا کہ ؎

اے دِل تو نیز خاطرِ ایناں نگہ دار
کآخر کنند دعویٔ حُبِّ پیمبرم

(باقی دیکھئے ص۱۵ پر)

منیر احمد حافظ آبادی ایم۔ اے پرنٹر و پبلشر نے فضلِ عمر پرنٹنگ پریس قادیان میں چھپوا کر دفتر اخبار بدر قادیان سے شائع کیا۔ پروپرائیٹر:- نگران بورڈ صدر انجمن احمدیہ قادیان

خطاب جلسہ مستورات جلسہ سالانہ یو۔کے ۱۹۹۲ء

کوئی قوم دنیا میں عظیم قربانیاں پیش نہیں کر سکتی جب تک اس قوم کی خواتین مردوں کے ساتھ نہ ہوں

احمدی خواتین میں خدا کے فضل سے مقاصد کے لئے قربانی پیش کرنے کا جذبہ اتنا زیادہ ہے اور اس کثرت سے ملتا ہے کہ اس کا شمار ممکن نہیں!

احمدی مستورات کی ایمان افروز قربانیوں کا روح پرور بیان

از سیدنا حضرت امیر المومنین خلیفۃ المسیح الرابع ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز۔ فرمودہ یکم ظہور (اگست) ۱۳۷۱ ہش / ۱۹۹۲ء بمقام اسلام آباد یو۔کے

تشہد و تعوذ اور سورۃ فاتحہ کی تلاوت کے بعد حضور انور ایدہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا :-

آج کے دوسرے اجلاس میں جماعت احمدیہ کی عمومی کارکردگی کا کچھ جائزہ پیش کیا جائے گا۔ جو تمام عالم سے تعلق رکھتی ہے۔ اللہ تعالیٰ کے فضل کے ساتھ جماعت اب ترقی کے ایسے دور میں داخل ہو چکی ہے کہ اگر ایک دن کی ترقی سے متعلق بھی تفصیل سے کچھ بیان کیا جائے تو چند گھنٹوں کے بس کی بات نہیں بلکہ اس سے زیادہ وقت درکار ہوگا۔ جماعت کی ترقی اور حالات کے متعلق مجھے روزانہ جو رپورٹیں ملتی ہیں اور کثرت سے جو اطلاعات ملتی ہیں ان کی تفصیل پڑھنے میں ہی مجھے گھنٹوں لگ جاتے ہیں اور اگر ان کو مضمون کے لحاظ سے سجا کر تقریر میں پیش کیا جائے تو اس سے بھی زیادہ وقت درکار ہے۔ اس لئے جو کچھ بھی پیش کیا جائے گا بہت محنت کے بعد خلاصہ نکال کر، کچھ اعداد و شمار میں ڈھال کر، کچھ واقعات میں سے چھان بین کے بعد چن کر چند ایک آپ کے سامنے رکھے جائیں گے۔ اور سالہا سال سے یہی دستور چلا آ رہا ہے۔ لیکن اس سارے ذکر میں خواتین کا کوئی ایسا ذکر نہیں ملتا جس سے دنیا کو یہ علم ہو کہ خواتین کی قربانیوں کا اُن کوششوں میں کیا دخل ہے جو اسلام کے احیائے نو کے لئے جماعت احمدیہ عالمگیر بجا لا رہی ہے۔ اور اللہ تعالیٰ کے فضل کے ساتھ اس کثرت سے اُسے میٹھے اور دائمی پھل لگ رہے ہیں۔

اس مضمون کا خیال مجھے اپنی اہلیہ کی وفات پر آیا جب میں نے ایک واقف زندگی کی بیگم کا ذکر کیا جو وفات پا گئی تھیں۔ تو اس سے مجھے خیال آیا کہ یہ ایک لمبا مضمون ہے۔ جو سلسلہ وار کچھ عرصہ تک جاری رہنا چاہیئے۔

بہت سی ایسی خواتین ہیں جن کی خاموش قربانیاں گویا تاریخ میں دفن ہو گئیں

لیکن وہ زندۂ جاوید ہیں۔ اُن کی ایک ایک دن کی دردناک داستان اس قابل ہے کہ اُسے ہمیشہ زندہ رکھا جائے۔ اور ہمیشہ آنے والی نسلوں کو اس کو سنایا جائے کیونکہ کوئی قوم دنیا میں عظیم قربانیاں پیش نہیں کر سکتی جب تک اس قوم کی خواتین اپنے مردوں کے ساتھ نہ ہوں۔ جب تک مردوں کو یہ یقین نہ ہو کہ ہماری خواتین اپنے دل اور اپنی جان اور اپنی عزت اور اپنے احترام کو بالائے طاق رکھتے ہوئے اپنا سب کچھ اس خدمت میں جھونک دینے کے لئے تیار بیٹھی ہیں جس خدمت پر ہم مامور دکھائی دیتے ہیں۔ اور وہ دکھائی نہیں دیتیں۔ تب تک مرد پورے حوصلے اور عزم اور صبر اور استقلال کے ساتھ وہ قربانیاں پیش نہیں کر سکتے۔ یہ بھی بہت وسیع اور لمبا ذکر ہے۔ گزشتہ ایک سو سال میں جماعت احمدیہ کی خواتین نے کس عظمت کے ساتھ، کس ثباتِ قدم کے ساتھ، کس شان کے ساتھ اور کس انکساری اور خاموشی کے ساتھ احیائے کلمۃ اللہ کے لئے قربانیاں پیش کی ہیں۔ ان کا ذکر جیسا کہ میں نے بیان کیا ہے بہت لمبی داستان ہے۔ اور آج میں نے بہت ہی محنت کے بعد کچھ چیزیں چن کر الگ کی ہیں تاکہ نمونے آپ کے سامنے رکھ سکوں۔ اور آپ کی وساطت سے ساری دنیا کے مردوں کو بھی پتہ چلے کہ احمدی خواتین ہیں کیا ؟ اور کتنی عظیم قربانی کرنے والی عورتیں آج اس زمانے میں پیدا ہوئی ہیں ؟

یورپ کی وہ خواتین جو مشرق کی خواتین کو جھک کر نیچے دیکھتی ہیں جو مسلمان خواتین کے متعلق سمجھتی ہیں کہ یہ گوروں میں پلنے والی، ازمنۂ وسطیٰ سے تعلق رکھنے والی جانور قسم کی کچھ چیزیں ہیں۔ ان کو کیا پتہ کہ زندگی کیا ہے۔ وہ اگر احمدی خواتین کی قربانیوں کو دیکھیں اور لمبی خاموش قربانیوں کی داستان میں سے کچھ معلوم کر سکیں تو وہ یقیناً اپنی زندگیوں کو اسی طرح جھک کر، نیچے نظر کر کے دیکھیں گی۔ اور وہ سمجھیں گی کہ ہمیں جینے کا سلیقہ نہیں آیا تھا۔ ہم نے تو اپنی زندگیاں فضول لہو و لعب کی پیروی کرتے ہوئے ضائع کر دیں۔ یہ بات ہر یورپین خاتون پر صادق نہیں آتی۔ دنیا کے لحاظ سے وہ بہت محنت کر رہی ہیں۔ لیکن محنت کا مقصد دنیا کی زندگی ہی ہے۔ اور محنت اپنے مطلوب کو پا کر یہیں تک ختم ہو جاتی ہے۔ مگر میں جن قربانیوں کا ذکر کرنے والا ہوں وہ ابدی قربانیاں ہیں۔ ہمیشہ ہمیش کے لئے ہیں۔ اور ان قربانیوں میں اور عیسائی دنیا کی ان قربانیوں میں ایک فرق ہے جو عیسائی خواتین نے عیسائیت کی خاطر پیش کی تھیں۔ وہ فرق یہ ہے کہ عیسائی خواتین کا ایک بہت ہی معمولی حصہ تھا جو سو میں سے ایک بھی نہیں بلکہ ہزار میں سے ایک بھی نہیں تھا۔ اس سے بھی کم جنہوں نے عیسائیت کے لئے عظیم الشان قربانیاں کی ہیں۔ لیکن دنیا میں ایک ہی جماعت ہے اور صرف ایک ہی جماعت ہے جس کی تمام تر خواتین خدا تعالیٰ کے فضل کے ساتھ، اپنے دل و جان کے ساتھ اس عظیم خدمت پر مامور ہیں۔ پس انصاف کا تقاضا ہے کہ دوسروں کی خوبیوں کا بھی ذکر کیا جائے اور اپنی خوبیوں کا بھی۔ اور صداقت پر مبنی موازنہ کیا جائے۔ لیکن ایک اور فرق بھی تو ہے۔ ان کی قربانیاں لوگوں کے سامنے چلتی پھرتی ہیں اور دکھائی دیتی ہیں۔ ہماری خواتین کی قربانیاں پس پردہ ہیں۔ اس میں دکھاوے کا کوئی بھی دخل نہیں اور خدا کے حضور وہ قربانیاں پیش کرتی چلی جاتی ہیں۔ یہاں تک کہ کبھی کسی خلیفۂ وقت کی نظر پڑ جائے یا کسی اور تاریخ لکھنے والے کی نظر پڑ جائے تو وہ چند نمونے دانہ دانہ چن کر تاریخ کے صفحات میں محفوظ کر دیتا ہے۔ اس سے زیادہ ان قربانیوں کی کوئی نمائش نہیں ہے۔ اب بھی میں نمائش کی خاطر یہ پیش نہیں کروں گا بلکہ جیسا کہ میں نے بیان کیا ہے آپ کی اگلی نسلوں کی قربانیوں کی روح کی حفاظت کے لئے ضروری ہے کہ ان کو علم ہو کہ ان کی مائیں کیا تھیں۔ ان کی بہنیں کیا تھیں۔ اُن کی نانیاں دادیاں کیا چیز تھیں۔ کس طرح انہوں نے احمدیت کی راہ میں اپنے خون کے قطرے بہائے اور اُس کی کھیتی کو اپنے خون سے سیراب کیا۔ اس لئے میں امید رکھتا ہوں کہ یہ مضمون جو شاید ایک دو یا تین سال تک جاری رہے اللہ تعالیٰ کے فضل کے ساتھ اسلام میں عورت کے مقام کو صحیح سمجھنے میں بھی دنیا کو مدد دے گا اور احمدی خواتین میں بھی ایک نئی خود اعتمادی پیدا ہوگی۔ ہماری موجودہ نسلیں بھی پرانی نسلوں کی عظمتوں سے حصہ پائیں گی یا حصہ پانے کے لئے نیا ولولہ پیش کریں گی اور آپ کی قربانیوں سے حصہ پانے کے لئے اور آپ کی تقلید کے لئے اگلی نسلوں میں ولولہ پیدا ہوگا۔ اس تمہید کے ساتھ میں چند باتیں آپ کے سامنے رکھتا ہوں۔

جہاں تک وقف اور وقف کی روح کا تعلق ہے کہ

کس طرح احمدی مائیں اپنے بچوں کو وقف کرتی ہیں

یا اپنے خاوندوں کو خدا کے حضور پیش کرتی ہیں۔ یا اپنے بیٹوں کو پیش کرتی ہیں۔ یا خود اپنے آپ کو پیش کرتی ہیں۔ اس سلسلہ میں سب سے پہلے تو حضرت اقدس اماں جان حضرت اُمّ المومنین نصرت جہاں بیگم رضی اللہ تعالیٰ عنہا کا ذکر کرتا ہوں۔

حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے جس رنگ میں آپ کی تربیت فرمائی اور وہ تربیت جس طرح زندگی کا ایک دائمی نقش بن گئی اس کا نمونہ ایک خط کے جواب کے طور پر ہمارے سامنے ہے۔ حضرت مرزا بشیر الدین محمود احمد جو اُس وقت صاحبزادہ محمود احمد کہلاتے تھے انہوں نے حضرت خلیفۃ المسیح الاول رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے ایک مشورے کا ذکر

کرتے ہوئے حضرت اماں جانؓ کو لکھا کہ بتائیے آپ کا کیا منشا ہے۔ خلیفۃ المسیحؑ نے ایک مشورہ دیا کیوں کہ اور حضرت مرزا بشیر الدین محمود احمدؓ کے دل میں اپنی والدہ کا جو ایک خاص مقام تھا اس کے پیشِ نظر انہوں نے مناسب سمجھا کہ میں اُن سے بھی مشورہ کر لوں۔ اس کے جواب میں حضرت اماں جانؓ نے لکھوایا:

"خط تمہارا پہنچا۔ سب حال معلوم ہوا۔ (اس وقت حضرت مولوی صاحب کو حضرت اماں جانؓ مولوی صاحب کہا کرتی تھیں اور حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے زمانے سے یہی رواج تھا حضرت خلیفۃ المسیح کہنے کی بجائے حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے زمانہ میں جو کہتی تھیں وہی بعد میں کہتی رہیں تو لکھتی ہیں کہ خط تمہارا پہنچا۔ سب حال معلوم ہوا) مولوی صاحب کا مشورہ ہے کہ پہلے حج کو چلے جاؤ اور میرا جواب یہ ہے کہ میں تو دین کی خدمت کے واسطے تم کو اللہ تعالیٰ کی خدمت میں دے چکی ہوں۔ اب میرا کوئی دعویٰ نہیں۔ وہ جو کسی دینی خدمت کو نہیں گئے بلکہ سیر کو گئے۔ ان کو خطرہ تھا اور تم کو کوئی خطرہ نہیں۔ خداوند کریم اپنے خدمتگاروں کی آپ حفاظت کرے گا۔ میں نے خدا کے سپرد کر دیا۔ تم کو خدا کے سپرد کر دیا۔ خدا کے سپرد کر دیا اور سب یہاں خیریت ہے۔"

یہ وہ روح تھی جس روح نے آگے احمدی خواتین میں پرورش پائی ہے اور نشو و نما کے نتیجہ میں خوب پروان چڑھی ہے۔ اب بعض دوسری خواتین کے تعلق باللہ اور دین کی خاطر ہر قسم کی قربانی پیش کرنے کے چند واقعات آپ کے سامنے رکھتا ہوں۔

سب سے پہلے سید الشہداء حضرت سید عبد اللطیف صاحب کے متعلق تاریخ احمدیت جلد سوم صفحہ ۳۴۹ میں درج ہے کہ جب حضرت صاحبزادہ عبد اللطیف صاحب کو شہید کر دیا گیا تو

حکومتِ افغانستان کی طرف سے آپ کی اہلیہ اور بچوں پر بہت مظالم ڈھائے گئے

اور ان کو ایک جگہ نظر بند کر دیا گیا۔ وہ ایسے مظالم ہیں کہ اُن کے ذکر سے کلیجہ منہ کو آتا ہے مگر انہوں نے قابلِ رشک صبر و استقلال کا نمونہ دکھایا۔ آپ کی اہلیہ ہر موقعہ پر یہی فرماتی رہیں کہ

"اگر احمدیت کی وجہ سے میں اور میرے چھوٹے چھوٹے بچے شہید کر دیئے جائیں تو میں اس پر خدا تعالیٰ کی بے حد شکر گزار ہوں گی۔ اور بال بھر بھی اپنے عقائد میں تبدیلی نہیں کروں گی۔"

پس جیسا عظیم وہ خاوند تھا ویسی ہی عظیم ان کی بیگم بھی تھیں اور ماں کا اپنے بچوں کو اس طرح بکریوں کی طرح خدا کے حضور پیش کر دینا اور پھر اس خوشی اور اس یقین کے ساتھ اور اس صداقت کے ساتھ ان کا یہ اظہار کہ "بال بھر بھی اپنے عقائد میں تبدیلی نہیں کروں گی"۔ ان کا جو یہ فقرہ ہے سادہ سا ہے لیکن اس میں گہری صداقت ہے اور جیسا کہ اس زمانہ کے لوگ پٹھانوں کے مزاج کو جانتے تھے کہ وہ ذرّہ بھر بھی اپنے قول سے متزلزل نہیں ہوا کرتے تھے۔ پس انہوں نے جو کچھ کہا یہ عینہ ان کے دل کی کیفیت تھی اور اگر ان کی آنکھوں کے سامنے ان کے بچوں کو ذبح کر دیا جاتا تو وہ احمدیت سے سر مو بھی انحراف نہ کرتیں۔ پھر آپ کی بہوؤں کے متعلق قربانیوں کے ذکر بڑی تفصیل کے ساتھ ملتے ہیں کہ انہوں نے نظر بندی کے زمانے میں بہت خطرناک تکلیفوں اور بھوک اور پیاس کے دکھ برداشت کرتے ہوئے کس طرح احمدیت پر ثبات قدم دکھایا اور اپنے بچوں کی بھی نہایت اعلیٰ درجہ کی تربیت کی۔ جو اب خدا تعالیٰ کے فضل سے ایک جاری ساری کہانی بن گئی ہے اور حضرت صاحبزادہ صاحب کی اولاد میں نسلاً بعد نسلٍ اسی خلوص کی جھلکیاں دکھائی دیتی ہیں جو اس عظیم شہید کے خون میں دکھائی دیا کرتی تھیں۔ ان کا ورثہ آگے نسلوں میں جاری کرنے میں ماؤں نے دخل دیا ہے۔ یہ میں آپ کو سمجھانا چاہتا ہوں۔ یہ بات یاد رکھیے کہ ایک انسان خواہ کتنی ہی بڑی عظیم قربانی کیوں نہ پیش کرے اگر اس کی بیوی اس کا ساتھ نہ دے تو اولاد ضائع ہو جایا کرتی ہے۔ اولاد میں یہ نیکیاں نہیں چلا کرتیں۔ اس شہید کی صداقت اس کی بیوی کی وساطت سے اس کی اولاد میں پہنچی ہے۔ اس کی اولاد میں مردوں کی صداقت ان کی بیویوں کی وساطت سے ان کی اولاد میں پہنچی ہے۔ پس آج ساری دنیا میں پھیلی ہوئی حضرت صاحبزادہ صاحب شہید کی اولاد اُن ماؤں کو بھی خراجِ تحسین پیش کر رہی ہے جن ماؤں نے ان کی عظمت کردار کو مستقل بنانے میں یہ عظیم حصّہ لیا۔ بعد کے دور میں آپ تاریخ میں یہ واقعات تو کثرت سے پڑھتی ہوں گی کہ کس طرح افریقہ میں جماعت پھیلی۔ کس طرح امریکہ میں جماعت پھیلنے کا آغاز ہوا۔ کس طرح یورپ میں قربانیاں پیش کی گئیں۔ کس طرح مشرق میں اور کس طرح مغرب میں لیکن بہت کم لوگوں کے سامنے ان خواتین کی قربانیاں آئی ہیں جنہوں نے محض اپنے خاوندوں کو خدمت دین کی بھٹی میں نہیں جھونکا بلکہ اللہ بہتر جانتا ہے کہ خود کس کس دُکھ میں مبتلا ہو کر صبر کے ساتھ انہوں نے وہ دن کاٹے ہیں۔ میرا تجربہ یہی ہے کہ جانے والا اتنی تکلیف محسوس نہیں کرتا جتنا پیچھے رہ جانے والے تکلیف محسوس کیا کرتے ہیں۔ اس لئے کوئی نہیں کہہ سکتا کہ ہمارے مبلغین نے جو قربانیاں تبلیغ کے میدان میں پیش کی ہیں وہ پیچھے چھوڑی جانے والی اپنی بیویوں اور بچیوں کی نسبت زیادہ سخت قربانیاں تھیں بلکہ میرا دل یہی گواہی دیتا ہے کہ معاملہ اس کے برعکس تھا۔ مرد تو کاموں میں باہر معروف ہو جاتے ہیں۔ ان کے دل بہلانے کے اللہ تعالیٰ اور رنگ میں سامان کرتا چلا جاتا ہے مگر جو بیویاں خاوندوں کی زندگی میں بیواؤں کی طرح زندگی بسر کر رہی ہوں وہ بچے جو اپنے باپوں کی زندگی میں یتیموں کی سی حالت میں دن گزار رہے ہوں ان کی کیفیت تو پھر وہی جان سکتے ہیں جنہوں نے وہ کچھ دیکھا ہو۔ کسی شاعر نے خوب کہا ہے کہ

کجا دانند حالِ ماسبک سارانِ ساحلہا

کہ ہم جو سمندر کی موجوں سے کھیل رہے ہیں اور طوفان کی موجوں سے ہمیں ہر دم خطرہ ہے اور شب تاریک بھی حائل ہے۔ لیکن "کجا دانند حالِ ماسبک سارانِ ساحلہا"۔ جو ساحل پر ہلکے پھلکے قدموں سے چلتے ہیں انہیں کیا پتہ کہ ہم کیسے دکھوں میں مبتلا ہیں۔ پس وہ خواتین جنہوں نے لمبا عرصہ خاموش قربانیاں دی ہیں ان کے دکھوں کا اندازہ خدا کے سوا کسی کو نہیں ہے لیکن کچھ اندازہ ہم کر سکتے ہیں کہ کیسی کیفیات میں انہوں نے دن گزارے ہوں گے۔

حکیم فضل الرحمان صاحب مبلغ افریقہ کی زندگی میں بہت لمبا عرصہ باہر گزری۔ ان کے متعلق شیخ محمود احمد صاحب عرفانی اپنی کتاب "مرکز احمدیت قادیان" میں لکھتے ہیں۔ "اب اُن کو گئے بارہ برس کے قریب ہو گئے ہیں۔ (یعنی حکیم صاحب کو اپنے بیوی بچوں کو پیچھے چھوڑ کر گئے ہوئے ۱۲ برس کے قریب ہو گئے ہیں) ان کی بیوی جو شیخ فضل حق صاحب بٹالوی کی بیٹی ہیں کی یہ قربانی کوئی معمولی قربانی نہیں ہے۔ وہ اپنی بیوی کو جوانی کی حالت میں چھوڑ کر گئے تھے۔ اب ۱۲ سال کے بعد جب وہ آئیں گے تو شاید ان کو بڑھاپے کے دروازے پر کھڑا دیکھیں گے۔

یہ اس وقت کی بات ہے جب ابھی ۱۲ برس گزرے تھے۔ ۱۶۔ برس کے بعد حکیم صاحب آئے۔ انہوں نے اس دروازے پر بھی کھڑا نہیں دیکھا بلکہ بڑھاپے میں داخل ہو چکی تھیں تو پھر وہ واپس تشریف لائے۔

حضرت خلیفۃ المسیح الثانی رضی اللہ تعالیٰ عنہ حکیم فضل الرحمن صاحب کا ذکر کرتے ہوئے فرماتے ہیں کہ مکرم حکیم فضل الرحمان صاحب جو حال ہی میں فوت ہوئے ہیں وہ شادی کے تھوڑا عرصہ بعد ہی مغربی افریقہ میں تبلیغ اسلام کے لئے چلے گئے تھے اور ۱۳، ۱۴ سال تک باہر رہے۔

جب وہ واپس آئے تو اُن کی بیوی کے بال سفید ہو چکے تھے

اور اُن کے بچے جوان ہو چکے تھے۔

شیخ محمود احمد صاحب عرفانی۔ ایڈیٹر الحکم۔ قادیان اپنی اسی کتاب میں لکھتے ہیں کہ میری دوسری ہمشیرہ مرحومہ حمیدہ خاتون عرفانی اہلیہ مولوی مطیع الرحمان صاحب بنگالی مبلغ امریکہ سخت بیمار تھیں اور مرض کے شدید دورے پڑتے تھے جن کی وجہ سے وہ ہر وقت موت کے قریب ہوتی جاتی تھیں۔ درد اس شدت سے اٹھتی تھی کہ چیخیں دور دور تک سنائی دیتی تھیں۔ اسی حالت میں مولوی صاحب موصوف کو امریکہ جانے کا حکم ہوا۔ مولوی صاحب نے اپنی اہلیہ کی شدید تکلیف کی حالت کو دیکھ کر کہا۔ حمیدہ! اگر تم کہو تو میں حضرت صاحب کو کہکر اپنے سفر کو منسوخ کرا دوں مگر بستر مرگ پہ لیٹی ہوئی

حمیدہ خاتون نے کہا۔ نہیں نہیں آپ جائیں اور مجھے خدا کے حوالے کر دیں۔

خدمت سلسلہ کے اس موقعہ کو ہاتھ سے نہ جانے دیں۔ چنانچہ مولوی صاحب موصوف امریکہ کے سفر میں ابھی لندن ہی پہنچے تھے کہ حمیدہ بیگم جان جانِ آفرین کے سپرد کر کے جنت کو سدھاریں۔

مولوی نذیر احمد صاحب مبشر سیالکوٹی خدا کے فضل سے زندہ ہیں لیکن بہت کمزور ہو چکے ہیں۔ اللہ تعالیٰ ان کو صحت و عافیت کے ساتھ خوشیوں سے معمور زندگی عطا فرمائے۔ ان کے متعلق اسی کتاب میں یہ لکھا ہے کہ مکرم مولوی نذیر احمد صاحب مبشر نکاح کے بعد رخصتانہ سے قبل ہی افریقہ چلے گئے تھے۔ یعنی اس زمانہ میں مبلغین کی بھی اتنی کمی تھی اور دنیا میں مختلف جگہوں پر ایسے تقاضے پیدا ہو رہے تھے کہ حضرت مصلح موعود رضی جو بہت حلیم دل رکھتے تھے۔ الہام میں ان کے متعلق فرمایا گیا کہ دل کا حلیم ہوگا لیکن دینی تقاضوں کو ترجیح دیتے ہوئے اتنا بھی انتظار نہیں کر سکتے تھے کہ جس کا نکاح ہو چکا ہے اس کو شادی کی ہی اجازت دے دیں۔ رخصتانہ ہی کا انتظار کریں۔ چنانچہ ادھر نکاح ہوا اور اُدھر افریقہ میں ضرورت پڑی تو آپ کو افریقہ بھجوا دیا گیا پھر جنگ کی وجہ سے واپس نہ ہو سکے۔ وہ لکھتے ہیں کہ اب ان کو ۸۔۹ سال کے قریب ہو گئے ہیں اور ابھی عزیزہ موصوفہ کا رخصتانہ نہیں ہوا۔ مجھے یاد نہیں کہ کتنی مدت کے بعد آئے تھے لیکن

جب آئے تھے تو وہ کنواری دلہن بوڑھی ہو چکی تھی۔

اور اس عمر میں داخل ہو گئی تھی جس کے بعد پھر بڑھاپے کے انتظار کے چند سال ہی رہ جایا کرتے ہیں۔ انہوں نے اکثر وقت تنہائی اور جدائی میں کاٹا۔

حضرت مولانا عبدالرحیم صاحب درد کی بیوی نے جو قربانیاں پیش کی ہیں ان کا ذکر خود حضرت مصلح موعود رضی ان الفاظ میں فرماتے ہیں۔ مجھے یاد ہے جب ہم نے درد صاحب کو ولایت بھیجا ہے تو ان کی تنخواہ ایک سو روپیہ ماہوار تھی۔ چندہ اور دوسری کٹوتیوں کے بعد انہیں ساٹھ روپے ماہوار ملتے تھے......

اس سے بھی اندازہ کریں کہ اس زمانہ کے واقفین چندہ میں کتنا حوصلہ دکھایا کرتے تھے۔ کتنے وسیع قلب کے ساتھ چندہ دیا کرتے تھے۔

......جس میں سے بڑا حصہ وہ اپنی والدہ کو بھیج دیتے تھے۔ ان کی دو بیویاں تھیں۔ ان میں سے ہر ایک کے چار چار، پانچ پانچ بچے تھے۔ وہ ہمارے مکان کے ہی ایک حصہ میں جو کچا تھا جس میں آج کل کوئی کلرک بھی رہنا پسند نہیں کرتے، رہتی تھیں۔ مجھے یاد ہے کہ مجھے یہ معلوم کر کے سخت صدمہ ہوا کہ ان کی بیویوں کے حصے میں چار چار، پانچ پانچ بچوں سمیت صرف ۱۲-۱۴ روپے ماہوار آتے تھے۔ ان کی ایک بیوی کا بھائی جلد ساز تھا جس کے پاس فرمہ سینے کے لئے جب

کوئی کتاب آتی تو اس سے فرمے منگوا لیتیں اور وہ خود اور دوسری بیوی فرمے توڑ توڑ کر کچھ پیسہ پیدا کر لیا کرتی تھیں جس سے ان کا گزارا ہوتا تھا۔

حضرت مصلح موعود رضی نے ۱۹۵۶ء میں لجنہ کے سالانہ اجتماع میں خطاب کرتے ہوئے فرمایا:

ہمارے کئی مبلغ ایسے ہیں جو دس دس، پندرہ پندرہ سال تک بیرونی ممالک میں فریضہ تبلیغ ادا کرتے رہے اور وہ اپنی نئی بیاہی ہوئی بیویوں کو پیچھے چھوڑ گئے۔ ان عورتوں کے بال اب سفید ہو چکے ہیں لیکن انہوں نے اپنے خاوندوں کو کبھی یہ طعنہ نہیں دیا کہ وہ ہمیں شادی کے معاً بعد چھوڑ کر لمبے عرصہ کے لئے باہر چلے گئے تھے۔ ہمارے ایک مبلغ مولوی جلال الدین صاحب شمس ہیں وہ شادی کے تھوڑا عرصہ بعد ہی یورپ تبلیغ کے لئے چلے گئے تھے۔ ان کے واقعات سن کر بھی انسان کو رقت آجاتی ہے۔ ایک دن اُن کا بیٹا گھر آیا اور اپنی والدہ سے کہا۔

امی! ابا کیسے ہوتے ہیں۔

ہمیں پتہ نہیں کہ ہمارا ابا کہاں گیا ہے۔ کیونکہ وہ بچے بھی تین تین چار چار سال کے تھے کہ شمس صاحب یورپ تبلیغ کے لئے چلے گئے اور جب وہ واپس آئے تو وہ بچے ۱۷، ۱۸-۱۷/۱۸ سال کے ہو چکے تھے۔ اب دیکھو یہ اُن کی بیوی کی ہمت تھی اور اس بیوی کی ہمت ہی کا نتیجہ تھا کہ وہ ایک لمبے عرصہ تک تبلیغ کا کام کرتے رہے۔ اگر وہ انہیں اپنی درد بھری کہانیاں لکھتی رہتیں تو وہ یا تو خود بھاگ آتے یا سلسلے کو مجبور کرتے کہ انہیں بلا لیا جائے۔

یہ بالکل درست تجزیہ ہے۔ وہ عورتیں جو اپنے خاوندوں کو درد بھری کہانیاں لکھتی رہتی ہیں۔ اگر اُن کے خاوندوں میں انسانیت ہو تو اتنا زبردست دباؤ اُن پر پڑ جاتا ہے کہ پھر وہ اس کام کو جاری نہیں رکھ سکتے تو وہ تمام مبلغین جنہوں نے معالقہ ایک سو سال میں عظیم خدمتیں سرانجام دی ہیں اُن کے پیچھے بے شمار اَن لکھی داستانیں ہیں جو اُن کی بیویوں کی قربانیوں کی مرہون منت ہیں۔ لکھی گئیں۔ چند ایک کے تذکرے آپ کے سامنے آئیں گے لیکن اندازہ کریں کہ ان میں سے ہر ایک نے اتنی قربانیاں دی ہیں اور ہر روز قربانیاں دی ہیں کہ اگر انکی داستان لکھی جائے تو شاید سالہا سال تک پڑھی جائے تب بھی ختم نہ ہو لیکن میں آپ کو ایک یقین دلاتا ہوں کہ وہ داستانیں لکھی گئی ہیں اور لکھی جا رہی ہیں۔ آسمان کے نوشتوں پر لکھی گئی ہیں۔ اس خدا کے فرشتوں نے لکھی ہیں جو فرماتا ہے کہ ایک ایسی کتاب ہے جو نہ چھوٹے کو چھوڑتی ہے نہ بڑے کو اور ہر چیز اس میں تحریر کی جا رہی ہے۔ پس آسمان پر وہ قربانیاں لکھی گئیں اور ہمیشہ ہمیش کے لئے اُن کے اجر لکھے گئے ہیں۔ ان میں سے ایک ذرہ بھر ضائع نہیں گیا۔ انسان تو انسان کی قربانیوں اور خدمتوں کو بھول جایا کرتے ہیں مگر اللہ تعالیٰ نہیں بھولتا اس لئے ہم جو انسانوں کو سناتے ہیں تو محض اس لئے کہ اُن کے اندر بھی قربانیوں کے ولولے پیدا ہوں ورنہ یہ سنانا اُن عظیم عورتوں کی قربانیوں کی جزا نہیں ہے۔ جزا تو خدا کے پاس ہے اور وہی ہے جو ہمیشہ ان کی جزا دیتا چلا جائے گا۔ اب میں مختصراً آپ کے سامنے ایک لسٹ پڑھ کر سنا دیتا ہوں کیونکہ اور بھی بہت سی باتیں کرنے والی ہیں۔

مبلغینِ کرام کی بیویاں

جن کے خاوند تبلیغ اسلام کے لئے لمبا عرصہ ملک سے باہر رہے اور انہوں نے یہ وقت بغیر خاوندوں کے گزارا ان میں سرِ فہرست حکیم فضل الرحمان صاحب کی اہلیہ ہیں۔ حکیم صاحب ۲۳ سال نائیجیریا میں رہے۔ پہلے سات سال مسلسل، پھر ۹ سال مسلسل۔ دونوں مرتبہ ان کی بیوی نے اکیلے وقت گزارا ہے۔ آپ جانتی ہیں کہ شادی کے بعد عورت کی شادی کی خوشیوں کی جو زندگی ہے وہ بمشکل ۲۳ سال تک چلتی ہے۔ اس کے ساتھ ساتھ بچوں کے بوجھ بڑھتے چلے جاتے ہیں۔ کئی قسم کی بیماریاں لاحق ہو جاتی ہیں اور غربت اگر ہو پھر تو اور بھی مصیبت بنتی ہے اور بعد میں تو زندگی گھسیٹنے والی بات ہے تو

شماوتد کی ۲۲ سال کی جدائی کے بعد اُس کا کیا حال رہا ہوگا اور کونسی خوشیاں اُس نے زندگی میں دیکھی ہونگی یا اپنے بچوں کو خوشیاں دکھائی ہونگی ۔

● ـــ پھر مکرمہ رفیقہ بیگم صاحبہ اہلیہ غلام حسین صاحب ایاز ہیں ۔ ایاز صاحب مسلسل ۱۵½ سال سنگاپور میں رہے ۔ اب تو سنگاپوریوں لگتا ہے کہ چھلانگ لگاؤ تو سنگاپور چلے جاؤ ۔ اس زمانے میں جب کہ قادیان سے سنگاپور نسبتاً بہت نزدیک ہے اتنی دور دکھائی دیتا تھا اور جماعت اتنی غریب تھی کہ سنگاپور بھیج کر جماعت نے گویا کالے پانی بھجوا دیا اور عمر قید دے دی کیونکہ عمر قید ۱۴ سال کی ہوتی ہے ۱۵½ سال عمر قید کے برابر کا عرصہ ہے ۔ یہ عرصہ سنگاپور بھیج کر وہاں سے بلانے کی توفیق نہیں تھی ۔ ٹکٹ بھیجنے کی توفیق نہیں تھی ۔ آج آپ جماعت کو جس حال میں دیکھ رہے ہیں کہ اب تو ۱۲۶ ممالک سے بھی بڑھ گئے ہیں جہاں حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی تبلیغ تمام دنیا میں زمین کے کناروں تک پہنچی ہوئی دکھائی دیتی ہے اُن کے پیچھے جن عظیم خواتین نے قربانیاں پیش کی ہیں اور اس فصل کی آبیاری کی ہے اُن کا بھی کبھی کبھی ذکر چلنا رہنا چاہیئے تاکہ آئندہ نسلیں ہمیشہ ان پر درود اور سلام بھیجتی رہیں ۔

● ـــ مکرم مولوی رحمت علی صاحب مرحوم جو متفرق اوقات میں ۲۲ سال باہر رہے اور ان کی بیوی نے یہ دن عملاً بیوگی کی حالت میں کاٹے ۔ زیادہ تر عرصہ جاوا سماٹرہ وغیرہ میں گزارا ۔ ان کے ایک بچے کے متعلق حضرت مصلح موعودؓ بتایا کرتے تھے کہ اپنی اماں سے پوچھتے تھے کہ لوگوں کے ابا آتے ہیں چیزیں لیکر آتے ہیں ۔ ہمارے ابا کہاں ہیں کہاں چلے گئے ہیں تو بیوی آبدیدہ ہو جایا کرتی تھیں ۔ مُنہ سے تو بول نہیں سکتی تھیں ۔ جس طرف وہ سمجھتی تھیں کہ انڈونیشیا ہے اس طرف انگلی اٹھا دیا کرتی تھیں کہ تمہارے ابا خدا کے دین کی خدمت کے لئے وہاں گئے ہیں اور قربانی کے لحاظ سے ایسی عظیم خاتون تھیں کہ جب بالآخر حضرت مصلح موعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے یہ فیصلہ کیا کہ اب اُن کو بلا لیا جائے ، کم سے کم دونوں کا بڑھاپا تو اکٹھا گذرے تو یہ احتجاج کرتی ہوئی حضرت مصلح موعودؓ کی خدمت میں حاضر ہوئیں اور کہا آپ میری قربانیوں کو ضائع نہ کریں ۔ جو عمر ہماری اکٹھے رہنے کی تھی وہ تو ہم نے علیحدگی میں گزار دی اب اُس پر موت ایسی حالت میں آئے کہ وہ مجھ سے علیحدہ ہو اور خدا کے حضور میری یہ قربانی مقبول ہو ۔

احمدی عورتوں نے سنہری حروف میں احمدیت کی کیا کیا تاریخ سجا رکھی ہے ۔

یہ وہ زیور ہے جس سے بڑھ کر حسین زیور اور کوئی زیور نہیں ہے ۔ جو دنیا کو دکھائی دینے والے زیور ہیں اور میک اپ ہیں ان کی تو ان خوشنما زیوروں کے مقابل پر کوئی بھی حیثیت نہیں جو تمام قوم کی تاریخ کو سجا دیا کرتے ہیں اور ہمیشہ ہمیش کے لئے اسے رنگین بنا دیتے ہیں ۔

● ـــ آمنہ خاتون اہلیہ نذیر احمد صاحب مبشر کا ذکر گزر چکا ہے ۔ حضرت مولوی جلال الدین صاحب شمس رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی اہلیہ کا ذکر گزر چکا ہے

● ـــ نصرت جہاں اہلیہ مولوی امام الدین صاحب مرحوم ابھی زندہ ہیں اور کافی بیمار ہیں ۔ کمزور ہو چکی ہیں ۔ ان کو بھی اپنی دعاؤں میں یاد رکھیں ۔ انہوں نے بھی متفرق اوقات میں ۲۰ سال اپنے خاوند سے علیحدہ گزارے ہیں اور ان کی اولاد بھی اپنے والد کو بہت کم جانتی تھی ۔ زیادہ تر وہ انڈونیشیا میں رہے ہیں ۔

● ـــ مکرمہ بیگم صاحبہ اہلیہ قریشی محمد افضل صاحب خدا کے فضل کے ساتھ ایسی صابرہ خاتون ہیں کہ ۲۷ سال سے زائد عرصہ اپنے خاوند سے جُدائی میں گزارا اور کبھی ایک لفظ بھی زبان پر نہیں لائیں ۔ میں جب اس تاریخ کا مطالعہ کر رہا تھا ۔ احمدی علماء مقرر کیئے ہوئے تھے تاکہ میری مدد کریں تو مجھے بھی حیرت ہوئی کہ یہ اتنی خاموشی کے ساتھ وقت گزار گئی ہیں اور ہماری تاریخ کی کتابوں میں بھی کہیں ان کا ذکر نہیں ملتا

● ـــ محمودہ بیگم صاحبہ مرحومہ اہلیہ مکرم سعید صاحب انصاری نے ۱۷½ سال انصاری صاحب سے علیحدگی میں وقت گزارا یہ تو موت ہو چکی ہیں ۔ انصاری صاحب خدا کے فضل سے زندہ ہیں ۔

● ـــ امۃ المجید صاحبہ اہلیہ محمد صدیق صاحب گورداسپوری یہ بھی خدا کے فضل سے زندہ ہیں ۔ بیمار ہیں اور دعاؤں کی محتاج ہیں ۔ میرا ان سے تعارف تو وقفِ جدید کی ڈسپنسری میں ہوا تھا ۔ ان کے میاں امریکہ یا کہیں اور تبلیغ کے لیئے گئے ہوئے تھے ۔ بچے بیمار ہوتے تھے تو میرے پاس لیکر آیا کرتی تھیں ۔ اب میں نے جب چھان بین کی ہے تو مجھے پتہ چلا ہے کہ یہ ۲۰ سال اپنے خاوند سے جُدا رہی ہیں ۔

● ـــ امۃ العزیز صاحبہ اہلیہ مرزا محمد ادریس صاحب آپ کے ہاں آتی جاتی ہیں ۔ لجنہ والوں نے شاید کبھی نوٹس بھی نہ لیا ہو کہ یہ کیا چیز ہے ۔ یہ بھی اپنی زندگی کا بہترین حصّہ اپنے خاوند سے علیحدہ گزار چکی ہیں یعنی مسلسل یا وقفے وقفے سے ۲۰ سال تک انہوں نے اپنے خاوند کی جدائی میں دن کاٹے ہیں ۔

● ـــ پھر حمیدہ خاتون صاحبہ اہلیہ عبد الرشید صاحب رازی ہیں ۔ یہ دونوں خدا کے فضل سے بقیدِ حیات ہیں ۔ خدا تعالیٰ ان کو بھی خوشیوں سے معمور صحت والی لمبی زندگی عطا فرمائے ۔ ۱۴ سال تک یہ اپنے خاوند سے جُدا رہیں ۔

● ـــ مکرمہ نسیم صاحبہ اہلیہ عطاء اللہ صاحب کلیم ۱۲ سال تک علیحدہ رہیں

● ـــ مکرمہ مجیدہ بیگم صاحبہ مرحومہ اہلیہ جلال الدین صاحب قمر ۱۱ سال تک علیحدہ رہیں ۔

● ـــ مکرمہ حمیدہ بیگم صاحبہ اہلیہ اقبال احمد صاحب غضنفر ۱۱ سال تک ،

● ـــ مکرمہ امۃ الحمید صاحبہ اہلیہ عبد الشکور صاحب ۱۰½ سال تک ،

● ـــ مکرمہ نصیرہ نزہت اہلیہ حافظ بشیر الدین عبید اللہ صاحب ۱۰ سال

● اور مکرمہ امۃ الحفیظ صاحبہ اہلیہ بشیر احمد صاحب قمر ، جو ہمارے پرائیویٹ سیکرٹری ہیں نصیر احمد صاحب قمر ان کی والدہ مرحومہ یہ بھی ۱۰½ سال تک اپنے خاوند سے الگ رہیں ۔

● ـــ مبارکہ نسرین صاحبہ اہلیہ محمد اسماعیل صاحب منیر ۱۰ سال تک ،

● ـــ امۃ المنان قمر اہلیہ میر غلام احمد صاحب نسیم ۱۱ سال تک اور

● ـــ آمنہ صاحبہ اہلیہ مقبول احمد صاحب ذبیح ۱۷ سال تک ۔

● ـــ بشارت بیگم صاحبہ اہلیہ ملک غلام نبی صاحب پونے نیرہ سال اور

● ـــ شاہدہ صاحبہ اہلیہ منصور بشیر صاحب ۱۱½ سال ۔

باقی چونکہ سینکڑوں مبلغین ہیں ۔ سینکڑوں بیویاں ہیں جنہوں نے جدائی میں مختلف وقت کاٹے ہیں ان کی ساری قربانیوں کا تذکرہ تو ممکن ہی نہیں ہے یہ چند نمونے آپ کے سامنے رکھ رہا ہوں ۔ کس جذبے کے ساتھ کس ولولے کے ساتھ ماؤں نے اپنے بچے پیش کئے تھے اور اُن کی جدائیاں برداشت کیں ۔ ان کا بھی ذکر بڑا طویل ہے ۔ ابھی تو آپ نے بیویوں کی قربانیاں سنی ہیں ۔

ماؤں کا بھی یہی حال تھا ۔

ایک تازہ نمونہ آپ کے سامنے رکھتا ہوں ۔

مقبول احمد صاحب ذبیح ایک لمبے عرصہ تک باہر تھے ، ان کی والدہ جنہوں نے ۸۳ میں وفات پائی ہے وہ بستر مرگ پر تھیں ۔ اپنی بیماری کے دنوں میں وہ اپنے بیٹے مقبول احمد ذبیح کو بہت یاد کیا کرتی تھیں ۔ اس سے متأثر ہو کر اُن کے دوسرے عزیزوں نے ایک دن عرض کیا کہ کیا ہم حضور اقدس کی خدمت میں درخواست کریں کہ ابا جان کو بلا لیا جائے تو فرمایا : نہیں ! میں نے اپنے بیٹے کو وقف کیا ہے ۔ میں یہ مطالبہ کر کے وقف کی روح کے خلاف نہیں کرنا چاہتی ۔ جب حضور خود چاہیں گے بلا لیں گے بلکہ اپنی بیماری کی بھی مجھے اطلاع نہیں دی تاکہ ان کی وجہ سے میری پریشانی سلسلہ کے کاموں میں روک نہ بن سکے ۔

یہ درست ہے کہ جب بھی کسی بیمار ماں یا بیمار بیوی کے متعلق مجھے اطلاع ملتی ہے تو بلا تاخیر میں اُن کے بچوں یا خاوندوں وغیرہ کو واپس جانے کا حکم دیتا ہوں چاہے وہ پسند کریں یا نہ کریں ۔ ان کو جبراً واپس بھجوایا

جاتا ہے کیونکہ اس سے میرے دل کو ورنہ بڑی گہری تکلیف پہنچتی ہے اور اب جماعت اللہ کے فضل سے بہت توفیق پا چکی ہے۔ اب کوئی وجہ نہیں کہ بے وجہ قربانیاں گھسیٹی جائیں۔ قربانیاں دینے کا جو وہ عظیم دور تھا وہ اور رنگ کی قربانیاں تھیں۔ اب جماعت اور رنگ کی قربانیوں میں داخل ہو گئی ہے لیکن انہوں نے مجھے پتہ ہی نہیں لگنے دیا۔ ایسی حالت میں وفات پا گئیں کہ مجھے بعد میں پتہ چلا کہ کیا کیفیت تھی۔ کس طرح انہوں نے اپنے بچوں کو روک رکھا تھا کہ مجھے اطلاع نہ دیں۔

ایک واقعہ ایک ماں اور بچے کے آپس میں معاملہ کا ہے اور بہت ہی دلچسپ ہے۔ مکرمہ نذیر بیگم صاحبہ جو مولوی عبدالرحمان صاحب انور مرحوم کی بیگم ہیں ان کا واقعہ ہے۔ وہ لکھتی ہیں کہ میں ایک دن اپنی ساس امۃ العزیز صاحبہ کے ساتھ حضرت مولوی حافظ روشن علی صاحب سے ملنے گئی تو انہوں نے پوچھا کہ عبدالرحمان کدھر ہے یعنی مولوی عبدالرحمان صاحب انور کی والدہ سے پوچھا کہ عبدالرحمان کہاں ہے تو ان کی والدہ نے کہا کہ وہ گورنمنٹ میں ملازم ہو گیا ہے۔ اب اس خبر پر انسان عام طور پر کہتا ہے کہ انہوں نے کہا ہوگا اچھا اچھا۔ الحمدللہ۔ مبارک ہو بہت بہت لیکن حافظ روشن علی صاحب کا جواب سنیئے۔ حافظ صاحب نے جو لیٹے ہوئے تھے اٹھ کر بیٹھ گئے اور اپنے زانوؤں پر ہاتھ مار کر کہا: جب ناک پونچھنا نہ آتا تھا تو ہمارے حوالے کر دیا اور جب کس قابل ہوا تو گورنمنٹ کو دے دیا۔ یہ کون سا انصاف ہے ان کی والدہ کہتی ہیں کہ میں حضرت حافظ صاحب کی گرجدار آواز سن کر تھر تھر کانپنے لگی۔ میں نے گھر آکر انور کو خط بھجوایا کہ استعفیٰ دیکر فوراً آجاؤ۔ ان کا جو جواب آیا وہ ۱۵-۱٦ کڑی شرائط پر مشتمل تھا۔ اب آپ سوچیں گی کہ وہ شرائط کیا ہیں۔ بڑی سخت شرائط تھیں کہ میں آؤں گا لیکن یہ میری شرطیں ہیں۔ اگر آپ کو منظور ہے تو آؤں گا ورنہ نہیں آؤں گا۔ وہ شرطیں سن لیجئے۔ وہ ساری شرطیں تو کہتی ہیں مجھے یاد نہیں رہیں لیکن کہتی ہیں کہ تین شرطیں جو نمایاں طور پر مجھے یاد ہیں وہ یہ تھیں کہ جب جہاں اور جتنی دیر کے لئے بھجیں گے چلا جاؤں گا۔ اس شرط کے ساتھ استعفیٰ دوں گا کہ میں آپ کو ابھی متنبہ کر دیتا ہوں کہ وقف کے بعد مجھے خلیفۃ المسیح جب جہاں جتنی مدت کے لئے بھجیں گے چلا جاؤں گا۔ اگر تنخواہ نہیں دیں گے تو مطالبہ نہیں کروں گا۔ اگر مجھے کہیں گے کہ کنوئیں میں چھلانگ لگا دو تو لگا دوں گا، بعد میں رونا نہیں۔ ان کی والدہ نے لکھا مجھے شرطیں منظور ہیں چلے آؤ اور اس کے بعد تا زندگی کامل وفا کے ساتھ وہ سلسلہ سے وابستہ رہے اور وقف کے تمام تقاضے پورے کیے۔

مجھے یاد ہے ایک وقت میں تحریک جدید میں یہی افسر تھے یہی کلرک تھے۔ سارا کام انہی کے سپرد ہوتا تھا۔ تحریک کے اس دفتر کے پاس سے ہم کھیلتے کھیلتے گزرا کرتے تھے تو دن کو بھی ان کو موجود پایا، رات کو بھی وہاں بجلیاں جلی ہوتی تھیں اور کئی آدمیوں کا کام یہ تنہا کرتے رہے اور ساری عمر یہی ان کا دستور رہا۔ حضرت خلیفۃ المسیح الثانی رضی اللہ عنہ کے پرائیویٹ سیکرٹری بھی رہے۔ اس وقت بھی یہی عالم تھا۔ تو وقف کی روح کو جیسا کہ انہوں نے کڑی شرطیں خود پیش کی تھیں ان شرطوں کے مطابق تا زندگی نبھاتے رہے۔ اللہ تعالےٰ انہیں غریقِ رحمت فرمائے اور اس ماں کو بھی جس ماں نے اس بچے کو دنیا سے جدا کر دین کی خدمت میں پیش کر دیا۔

عجیب مائیں تھیں وہ اور عجیب بیویاں تھیں وہ

جن کے ہاتھوں میں احمدیت پل کر جوان ہوئی ہے۔

میں نے مولوی عطاء اللہ صاحب کلیم کی بیگم کا ذکر کیا ہے۔ ان کو جب سالٹ پانڈ بھجوایا گیا تو بالکل ان پڑھ تھیں اور کوئی زبان نہ آتی تھی۔ ابھی بھی اردو نہیں آتی، صرف پنجابی بولتی ہیں تو یہ کہتی ہیں کہ میں جب گئی تو بڑی پریشانی ہوتی کہ میں کروں گی کیا؟ میری کوئی عمر ہے سیکھنے والی تو انہوں نے کہا کہ اچھا یہ کرتی ہوں کہ مقامی زبان سیکھتی ہوں عام عورتوں سے۔ اس میں تو کوئی لکھنے پڑھنے کی ضرورت نہیں ہے۔ چنانچہ اللہ تعالےٰ کے فضل سے ایسی عمدہ زبان سیکھی کہ غالباً اپنے خاوند سے بھی اس زبان میں آگے بڑھ گئیں اور پھر عورتوں کی بہت تربیت کی ہے۔ ان کو قرآن سکھایا۔ نماز سکھائی اور ہر رنگ میں دینی تربیت دی۔ یہ بھی ایک الگ الگ رہنے والی ہیں جماعت کے کاموں میں ان کا کوئی خاص ذکر نہیں ملتا لیکن غانا کی تاریخ میں ان کا نام انشاء اللہ ہمیشہ زندہ رہے گا۔

جیسا کہ میں نے بیان کیا ہے داستان بڑی دلچسپ بھی ہے، دردناک بھی ہے اور ایسی ہے کہ اسے انسان بیان بھی کرتا رہے اور سنتا بھی چلا جائے لیکن وقت کی کمی حائل ہے اور مجبوری ہے۔ ابھی بھی میرا خیال ہے کہ میں صرف چند منٹ تک اور آپ کے ساتھ یہاں رہوں گا کیونکہ پھر دوسرے پروگرام شروع ہونے والے ہیں۔

پارٹیشن کے دنوں میں جب قادیان پر ارد گرد سے بڑے سخت حملے ہو رہے تھے

جتھے آ رہے تھے اور بہت ہی خطرناک حالات تھے تو ان دنوں میں کچھ لوگ درویشی بن کر قادیان میں رہ گئے اور ان کی تعداد عمداً ۳۱۳ مقرر کی گئی تبرک کے طور پر کیونکہ حضرت اقدس محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہٖ وسلم کے جنگِ بدر میں ۳۱۳ صحابی تھے تو ایک نیک فال کے طور پر حضرت مصلح موعودؓ نے بھی ۳۱۳ مجاہدین پیچھے چھوڑے۔ ان میں سے بہت فوت ہو چکے ہیں بہت سے زندہ ہیں لیکن ان کے نام تو ملتے ہیں مگر ان ماؤں اور بیویوں اور بہنوں کے نام نہیں ملتے جنہوں نے ان قربانیوں پر ان کو اکسایا اور انکو قائم رکھا۔ انکی قربانیوں کی حفاظت کی اور خاموشی سے اپنے جذبات کی قربانیاں پیش کرتی رہیں ان میں سے

● ایک خاتون اہلیہ صاحبہ مستری نور محمد صاحب گنج مغلپورہ تھیں۔ اپنے بیٹے محمد لطیف امرتسری کو انہوں نے خط لکھا کہ آج قادیان میں رہنا بہت مجاہدہ ہے تم نہایت استقلال اور جواں مردی سے حفاظتِ مرکز کی ڈیوٹی دیتے رہو اور اگر اس راہ میں جان بھی دینی پڑی تو دریغ نہ کرو۔ یہ یاد رکھو تم پر ہم تبھی خوش ہوں گے جبکہ تم حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی مقدس بستی قادیان کی حفاظت میں قربانی کا وہ اعلیٰ درجے کا نمونہ دکھاؤ جو ایک احمدی نوجوان کے شایانِ شان ہے۔ گھبراؤ نہیں۔ خدا تعالےٰ تمہاری مدد کرے گا۔ ہم تمہارے ماں باپ تمہارے لئے دعائیں کرتے ہیں۔ اللہ تعالےٰ تمہیں استقامت بخشے۔

● پھر مکرم خواجہ محمد اسماعیل صاحب بمبئی کی بیگم محترمہ حبیبہ صاحبہ نے لکھا: کل حضرت امیر المؤمنین کا ایک مضمون "جماعت احمدیہ کے امتحان کا وقت" الفضل ۱۲ر اکتوبر ۱۹۴۷ء میں شائع ہوا ہے۔ اپنے خاوند کو لکھ رہی ہیں کہ وہ آپ کو بھیج رہی ہوں گو پہلے بھی میں نے آپ کو قادیان رہنے سے روکا نہیں تھا لیکن کل حضور کا مضمون پڑھنے کے بعد میں نے سجدے میں گر کر اللہ تعالےٰ سے دعا کی کہ اے اللہ! میں اپنا سارا سرمایہ شرح صدر سے تیرے رسول کی تخت گاہ کی حفاظت کے لئے پیش کرتی ہوں اور اے میرے خدا تو قادر ہے تو ان کو دین کی خدمت کا موقعہ دیتے ہوئے بھی اپنی حفاظت میں رکھ (آمین)۔ اس وقت میں زیادہ نہیں لکھ سکتی۔ اللہ تعالےٰ قادیان کو سلامت رکھے اور سلامتی کے ساتھ ہمیں ملائے (آمین)

● محترمہ امۃ اللطیف صاحبہ نے لاہور سے اپنے خاوند مکرم ڈاکٹر محمد احمد صاحب کو ایک خط میں لکھا: اب میری بھی یہی نصیحت ہے اور اماں جی کی بھی یہی نصیحت ہے (یہ ڈاکٹر حشمت اللہ صاحب رضی اللہ تعالےٰ عنہ کے بیٹے تھے ڈاکٹر محمد احمد صاحب۔ ان کی بہو جب اماں جی کہتی ہیں تو مراد حضرت ڈاکٹر حشمت اللہ صاحب کی بیگم ہیں جو اب فوت ہو چکی ہیں) کہ وہاں پر خدا کے بھروسہ پر بیٹھے رہیں۔ اللہ تعالےٰ وہاں پر ہی حفاظت کرے گا اور ایمان رکھنے والوں کو ضائع نہیں کرے گا۔ آپ اجازت لینے کی بھی کوشش نہ کریں۔ ہم سب کو خدا کے حوالے کر دیں۔ میری طرف سے آپ اطمینان رکھیں۔ میں اتنی بزدل نہیں ہوں۔ میرا ایمان اللہ تعالےٰ پر مضبوط ہے۔ اگر اس کی طرف سے ابتلاء آنا ہے تو ہر طرح آنا ہے

بس یہی دعا ہے کہ وہ ہر طرح ثابت قدم رکھے اور ہمارا ایمان کسی طرح متزلزل نہ ہو جائے۔ یہ خط ۱۰ اکتوبر ۱۹۴۷ء کی تاریخ کا ہے۔

● ہمارے ایک واقفِ زندگی مقصود احمد صاحب مرحوم کے ساتھ میرا پرانا تعلق رہا۔ کنری میں فیکٹری میں ہوا کرتے تھے۔ بہت ہی نیک مزاج، نیک فطرت، خاموش صبر و رضا کے لحاظ سے ویسے باتیں کافی کر لیتے تھے۔ مولود صاحب مرحوم جو ہمارے امام مسجد لنڈن رہے ہیں یہ اُن کے بھائی تھے۔ انکی بیگم صالحہ عفیفہ بہت ہی مخلص اور فدائی تھیں۔ انہوں نے اپنے خاوند کو جب وہ قادیان ہوا کرتے تھے، لکھا: آپ سوچتے ہونگے کہ میری بیوی کیسی دنیا دار ہے کہ ایک دفعہ بھی اس بات کا اظہار نہیں کیا کہ خدا کی رضا حاصل کرنے کے لیئے یہ قربانی کی گئی ہے جس کا دل پر ہرگز ملال نہیں ہونا چاہیئے مگر سچ پوچھیئے اور یقین جانیئے، میں یہ باتیں پوشیدہ ہی رکھنا چاہتی تھی۔ میں سوچتی تھی کہ اپنے جذبات ظاہر کرکے خوامخواہ ریاء کار بنوں مگر پھر دل نے کہا کہ خاوند سے بھی کوئی بات پوشیدہ رکھی جاتی ہے۔ اسلیئے اب میں آپکو یقین دلاتی ہوں کہ میں بالکل مطمئن ہوں اور اپنے آپ میں بہت خوشی محسوس کرتی ہوں کہ آپ کو اللہ تعالےٰ نے اس شاندار قربانی کا موقعہ عطا فرمایا۔ اللہ تعالےٰ قبول فرمائے۔

ایسی کتنی ہوں گی جن کی قربانیوں کو زبان نہیں ملی۔ وہ اس وہم میں مبتلا خاموشی اور صبر کے ساتھ وقت گزار گئیں کہ کہیں خدانخواستہ ہمارا یہ اظہار ریاکاری میں شامل نہ ہو جائے۔ بہرحال احمدی خواتین کی قربانیوں کی ایک ضخیم طویل داستان ہے جو حقیقتاً نہ ختم ہونے والی ہے اور قیامت تک جاری ہونے والی ہے۔ آپ اپنی قربانیوں سے آج جو داستانیں لکھ رہی ہیں وہ بھی زندہ رہیں گی اور ہمیشہ ہمیشہ کے لئے عزت اور احترام کے ساتھ پڑھی جائیں گی اور سنی جائیں گی اور آپ کی کوکھ میں پیدا ہونے والے بچے کل جو قربانیاں پیش کریں گے ان کی قربانیاں بھی تا ابد زندہ رہیں گی اور پائندہ جاوید رہیں گی۔

خواتین کا قوموں کو بنانے اور بگاڑنے میں سب سے بڑا ہاتھ ہوا کرتا ہے۔ بڑی احمدی خواتین اگر سنگھار پٹار کی عادی ہو تیں یعنی اس شوق میں مبتلا ہو چکی ہوتیں ویسے تو ہر عورت کا حق بھی ہے، شوق بھی ہے۔ ایک طبعی بات ہے۔ سجنا اُس کی فطرت میں داخل ہے لیکن ایک سجنا سطحی نظر کے ساتھ ہوتا ہے۔ توفیق ملے، وقت ملے تو ٹھیک ہے۔ ایک ہوتا ہے کہ عورت سجنے کی غلام بن جایا کرتی ہے۔ جو عورتیں اپنی سجاوٹ کی غلام ہو جایا کرتی ہیں وہ قوم کے لیئے کبھی کچھ نہیں کر سکتیں۔ وہ خواتین ہی ہیں جو قوم کیلئے ہمیشہ عظیم قربانی کیا کرتی ہیں، جن کی اولیت مقاصد میں ہوا کرتی ہے۔ دنیا دار قوموں میں ایسی مثالیں ملتی ہیں گو بہت کم لیکن ہوتی ہیں۔ مقاصد کے لیئے قربانی پیش کرنا دراصل یہ وہ چیز ہے جو کسی انسان کو جاودانی بنا دیا کرتی ہے۔ احمدی خواتین میں خدا کے فضل کے ساتھ مقاصد کے لیئے قربانی پیش کرنے کا جذبہ اتنا زیادہ ہے اور اس کثرت سے ملتا ہے کہ اس کا شمار ممکن نہیں ہے لیکن جیسا کہ میں نے بیان کیا ہے یہ لازم ہے کہ کبھی کبھی اس داستان کو دہرایا جاتا رہے تاکہ ان کے لیئے دعاؤں کی بھی تحریک ہوتی رہے اور آئندہ آنے والی نسلیں ان سے جوش اور ولولہ حاصل کریں۔

● سیدہ رشیدہ بیگم صاحبہ نے اپنے بیٹے سید سعید احمد صاحب قادیانی متعلم جامعہ احمدیہ قادیان کو لکھا: عزیزم قادیان میں رہو۔ آج آپ لوگوں کے امتحان کا وقت ہے۔ دعا ہے کہ خدا تم کو امتحان میں کامیاب کرے۔ دوبارہ تاکید ہے کہ بلا اجازت حضرت امیر المؤمنینؓ کے کسی صورت میں بھی قادیان سے نہ آئیں کیونکہ اب ایمان کی آزمائش کا وقت ہے۔ خدا سے دعا ہے کہ تم اپنے ایمان کا بہتر نمونہ دکھاؤ اور دین کے ستارے بن کر چمکو اور دنیا کے لوگوں کے لیئے راہنما بنو۔

● نصیرہ نزہت صاحبہ نے گجرات سے اپنے شوہر حضرت بشیر الدین صاحب عبید اللہ مرحوم کے نام خط میں لکھا: خوش رہیں۔ کامیابی اور کامرانی کی مرادیں دیکھیں۔ قادیان کے جھنڈے کو بلند کرنے والوں میں سے ہوں اور دعا بھی کریں کہ خدا کا نام پھیلانے والوں میں ہمارا بھی نام ہو۔ میں جب سے یہاں آئی ہوں۔ کس طرح دن گزرتے ہیں اور کس طرح ستارے گنتے گنتے راتیں کٹتی ہونگی لیکن زبان سے اگر کوئی لفظ نکلتا ہے تو یہی کہ اے قادیان کی بستی! تجھ پر لاکھوں سلام اور اے قادیان میں رہنے والے جانبازو! تم پر لاکھوں درود۔

● سیالکوٹ کے ایک احمدی نوجوان غلام احمد صاحب ابن مستری غلام قادر صاحب جو قادیان کی بستی کی حفاظت کے لئے سیالکوٹ سے گئے تھے انکی والدہ نے انکے نام خط لکھا جو دراصل انکی شہادت کی پیشگوئی بن گیا۔ وہ لکھتی ہیں: بیٹا اگر اسلام اور احمدیت کی حفاظت کے لیئے تمہیں لڑنا پڑے تو کبھی پیٹھ نہ دکھانا۔ اس سعادت مند اور خوش قسمت نوجوان نے اپنی بزرگ والدہ محترمہ حسین بی بی صاحبہ کی اس نصیحت پر اس طرح عمل کیا کہ قادیان میں احمدی عورتوں کی حفاظت کرتے ہوئے اپنی جان دے دی مگر دشمن کے مقابلے میں پیٹھ نہ دکھائی۔ مرنے سے پہلے اس نوجوان نے اپنے ایک دوست کو اپنے پاس بلایا اور اپنے آخری پیغام کے طور پر اس نے یہ لکھوایا: مجھے اسلام اور احمدیت پر پکا یقین ہے۔ میں ایمان پر قائم جان دیتا ہوں۔ میں اپنے گھر سے اسی لیئے نکلا تھا کہ میں اسلام کے لیئے جان دونگا۔ آپ لوگ گواہ رہیں کہ میں نے اپنا وعدہ پورا کر دیا اور جس مقصد کیلئے جان دینے کیلئے آیا تھا میں نے اس مقصد کیلئے جان دے دی۔ جب میں گھر سے چلا تھا تو میری ماں نے نصیحت کی تھی کہ

بیٹا! دیکھنا پیٹھ نہ دکھانا

میری ماں کو کہہ دینا کہ تمہارے بیٹے نے تمہاری نصیحت پوری کر دی اور پیٹھ نہیں دکھائی۔ اور لڑتے ہوئے مارا گیا۔

کتنے شہید ہیں جن کی شہادت کے فیض میں ان کی مائیں، بہنیں، بیویاں شامل ہوا کرتی ہیں۔ انکے فیض سے جو ثواب عطا ہوتا ہے اس میں وہ شامل ہوتی ہیں لیکن انسان کا علم محدود ہے۔ اس کی یادداشت محدود ہے وہ لکھ نہیں سکتا لیکن یاد رکھیں کہ آئندہ نسلوں کی عظمت اور ان کی سر بلندی میں آج کی ماؤں کا اتنا گہرا دخل ہے کہ اگر خدانخواستہ آج کی مائیں کوتاہی دکھا دیں تو آئندہ آنے والی نسلیں سرنگوں ہو جائیں گی اور ہمیشہ کے لیئے اسلام کو شرمندہ کرنے کا موجب بن جائیں گی۔ جیسا کہ میں نے بیان کیا ہے آپ کو اس سے کیا غرض کہ کوئی دیکھ رہا ہے یا نہیں دیکھ رہا اور اکثر خواتین کے حالات سے دنیا بے خبر ہوتی ہی ہے انکو کیا پتہ کہ گھر میں کس حالت میں گزارا کیا۔ کس مصیبت سے وقت کاٹا۔ کس طرح اپنے بچوں کی بھوک اور تکلیفوں اور بیماریوں کو برداشت کیا۔ یہ ساری وہ داستانیں ہیں جو نہ لکھی جا سکتی ہیں نہ لکھنے والوں کو میسر آتی ہیں لیکن یہ یاد رکھیں کہ ہمارا خدا اپنے بندوں کی ادنیٰ سے ادنیٰ قربانیوں پر بھی نگاہ رکھتا ہے اور اپنے فضلوں سے نوازتا چلا جاتا ہے۔ ان قربانیاں کرنے والوں کے حالات پر غور کریں جن میں سے کچھ کا ذکر میں نے آپ کے سامنے کیا ہے اور اب ان کی اولادوں کو دیکھیں کہ خدا تعالےٰ نے ان کو کیسے کیسے فضلوں سے نوازا ہے۔ کس طرح دنیا میں عزتیں دیں۔ کس طرح دین میں ان کو مستحکم کیا اور دین اور دنیا دونوں لحاظ سے ہمیشہ کے لیئے سرفراز اور سرخرو ہو گئے۔

خدا کرے کہ احمدی خواتین کو ہمیشہ احمدیت اور اسلام اور خدا کی خاطر قربانیوں میں صفِ اوّل میں مقام عطا رہے

اور ہمیشہ اسی مقام کی حفاظت کرتے ہوئے اس جھنڈے کو اپنے ہاتھوں میں بلند کرتے ہوئے وہ آگے بڑھتی رہیں۔

ابھی مضمون کے بہت سے حصے باقی ہیں لیکن جیسا کہ میں نے بیان کیا ہے انشاء اللہ یہ مضمون سلسلہ وار جاری رہے گا۔ اب دعا کے بعد میں آپ سے اجازت چاہوں گا۔ دعا میں شامل ہو جائیں۔

دعـــــــاء

نوٹ: مکرم منیر احمد صاحب جاوید کا مرتب کردہ مندرجہ بالا خطاب ادارہ بدر اپنی ذمہ داری پر شائع کرنے کی سعادت حاصل کر رہا ہے ——— (ادارہ)

خطبہ جمعہ

ہر احمدی گھر میں پوری قوت کے ساتھ جھوٹ کے خلاف نفرت پیدا کرنے کی ضرورت ہے

جہاں جھوٹ کم ہے وہاں اقتصادی ترقی زیادہ ہے۔ رزق میں برکت سچ سے ہوتی ہے۔

جھوٹ سے بچنے کے بارہ میں احادیث کی روشنی میں ایمان افروز نصائح۔

از سیدنا حضرت امیر المومنین خلیفۃ المسیح الرابع ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز فرمودہ ۱۴ ظہور / اگست ۱۳۷۱ ہش / ۱۹۹۲ء بمقام مسجد فضل لندن۔

تشہد و تعوذ اور سورۃ الفاتحہ کی تلاوت کے بعد حضور انور ایدہ اللہ تعالیٰ نے سورۃ الحج کی درج ذیل آیات کی تلاوت فرمائی:

ذٰلِكَ وَمَنْ يُّعَظِّمْ حُرُمٰتِ اللّٰهِ فَهُوَ خَيْرٌ لَّهٗ عِنْدَ رَبِّهٖ وَاُحِلَّتْ لَكُمُ الْاَنْعَامُ اِلَّا مَا يُتْلٰى عَلَيْكُمْ فَاجْتَنِبُوا الرِّجْسَ مِنَ الْاَوْثَانِ وَاجْتَنِبُوْا قَوْلَ الزُّوْرِ ۙ حُنَفَاۗءَ لِلّٰهِ غَيْرَ مُشْرِكِيْنَ بِهٖ وَمَنْ يُّشْرِكْ بِاللّٰهِ فَكَاَنَّمَا خَرَّ مِنَ السَّمَاۗءِ فَتَخْطَفُهُ الطَّيْرُ اَوْ تَهْوِيْ بِهِ الرِّيْحُ فِيْ مَكَانٍ سَحِيْقٍ

(سورۃ الحج آیات ۳۱ تا ۳۲)

بعدہ حضور انور ایدہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

ان آیات کا ترجمہ یہ ہے کہ یہی بات، یا وہی بات درست ہے جو خدا تعالیٰ بیان فرماتا ہے۔ وَمَنْ يُّعَظِّمْ حُرُمٰتِ اللّٰهِ: اور جو کوئی اللہ تعالیٰ کے حرمات کی تعظیم کرے اللہ کی حرمات سے مراد یہ ہے کہ جن کو اللہ تعالیٰ نے بنی نوع انسان کے لئے معزز ٹھہرایا ہو اور جن میں خدا کی اجازت کے بغیر دخل اندازی کا حق نہ ہو اُن کو حرمات اللہ کہتے ہیں تو جو بھی اللہ تعالیٰ کی مقرر فرمودہ حرمات کی تعظیم کرے فَهُوَ خَيْرٌ لَّهٗ عِنْدَ رَبِّهٖ: اللہ کے نزدیک یہ اس کے لئے بہتر چیز ہے اور تمہارے لئے اللہ تعالیٰ نے انعام یعنی چوپاؤں کو جائز قرار دے دیا یعنی اُن کے گوشت سے تم استفادہ کر سکتے ہو اِلَّا مَا يُتْلٰى عَلَيْكُمْ سوائے اس کے جس کا ذکر تم پر گزر چکا ہے کہ چوپایہ بھی ہو اور حلال چوپایہ بھی ہو تب بھی اس کا گوشت نہیں کھانا یعنی وہ غیر اللہ کے لئے ذبح کیا گیا ہو بتوں پر چڑھایا گیا ہو تو فرمایا اِلَّا مَا يُتْلٰى عَلَيْكُمْ سوائے اُن حلال جانوروں کے جو عام حالات میں تو حلال ہیں لیکن کسی مکروہ تعلق کی وجہ سے خدا تعالیٰ نے اُن کو حرام قرار دے دیا ہے فَاجْتَنِبُوا الرِّجْسَ مِنَ الْاَوْثَانِ وَاجْتَنِبُوْا قَوْلَ الزُّوْرِ اور رجس سے جو بتوں سے تعلق رکھتا ہے یعنی ناپاکی اور گندگی جو بتوں سے تعلق رکھتی ہے یا شرک سے تعلق رکھتی ہے اس سے اجتناب کرو وَاجْتَنِبُوْا قَوْلَ الزُّوْرِ اور

قولِ زُور سے اجتناب کرو

پھر تاکیدًا فرمایا گیا ہے حُنَفَاۗءَ لِلّٰهِ غَيْرَ مُشْرِكِيْنَ بِهٖ یہ اجتناب کن معنوں میں ہو اس کی تشریح یہ ہے کہ حُنَفَاۗءَ لِلّٰهِ جھوٹ سے پرہیز کرو اور اللہ کی طرف جھکو یعنی محض جھوٹ چھوڑنے کی تعلیم نہیں ہے بلکہ جھوٹ کے بدلے خدا تعالیٰ کی پناہ میں آنا اور اس سے تعلق باندھنا غَيْرَ مُشْرِكِيْنَ بِهٖ: ایسا سچا ہو کہ اس میں شرک کا کوئی شائبہ باقی نہ رہے خدا کے سوا کسی قسم کا شرک بھی اس کے دل میں نہ ہو وہ شخص ہے جو حقیقت میں زُور سے یعنی جھوٹ سے اور اوثان سے توبہ کرتا ہے اور علیحدگی اختیار کرتا ہے وَمَنْ يُّشْرِكْ بِاللّٰهِ اور جو شخص اللہ کا شرک اختیار کرے یا شریک ٹھہرائے فَكَاَنَّمَا خَرَّ مِنَ السَّمَاۗءِ گویا وہ آسمان سے گرا ہو فَتَخْطَفُهُ الطَّيْرُ اور زمین پر گرنے سے پہلے پرندہ اُسے اُچک کر لے جائے بعض دفعہ آپ نے دیکھا ہوگا کہ گوشت کے ٹکڑے اوپر پھینکے جاتے ہیں تاکہ چیلیں اور کوے وغیرہ اُن کو اُچک لیں تو جب وہ نیچے گرنے لگتے ہیں تو باقاعدہ تیزی سے جھپٹ کر کوئی جانور آ کر اُن کو اُچک لیتا ہے تو یہ وہ منظر ہے جو قرآن کریم نے کھینچا ہے لیکن زمین سے اُٹھنے والی چیز نہیں ہے آسمان سے گرنے کا ذکر فرمایا ہے اَوْ تَهْوِيْ بِهِ الرِّيْحُ فِيْ مَكَانٍ سَحِيْقٍ یا ایسی چیز ہو جو اُکھڑ چکی ہو اور اس میں کوئی وزن نہ رہے اور ہوائیں جس طرف چاہیں اُسے اُڑا لے جائیں یہاں تک کہ کسی دور کے مقام میں کسی ایسے مقام پر جس سے لوگ آشنا بھی نہ ہوں وہاں اس گندگی کو لا کر پھینک دیا جائے یہ شرک کی مثال دی گئی ہے۔ اس میں جو مرکزی نکتہ میں آپ کے سامنے پیش کرنا چاہتا ہوں وہ قَوْلَ الزُّوْرِ سے تعلق رکھتا ہے کیونکہ میرے گزشتہ خطبے کا تعلق جھوٹ سے تھا اور میں نے بیان کیا تھا کہ میں آئندہ خطبے میں بھی انشاء اللہ دوبارہ اسی موضوع پر مزید روشنی ڈالوں گا لیکن اس آیت کے تعلق میں ایک اور بات آپ کے سامنے رکھنا چاہتا ہوں کہ حرمات اللہ جو ہیں وہ دو طرح کی ہیں ایک وہ ہیں جن کو خدا تعالیٰ نے معزز ٹھہرایا ہو جیسے بیت اللہ جسے بیت الحرام کہا جاتا ہے اس کے متعلق فرمایا وَمَنْ يُّعَظِّمْ حُرُمٰتِ اللّٰهِ وہ حرمت والی جگہیں وہ ہیں جن کی تعظیم کرنی ضروری ہے اور ایک لفظ حرام مکروہ چیز پر بھی صادق آتا ہے اُن کو حرمات اللہ تو نہیں کہا جاتا مگر حرام چیزیں قرار دیا جاتا ہے جس کے مقابل پر لفظ حلال ہے تو قرآن کریم نے یہاں دونوں چیزوں کا ذکر فرمایا ہے ایک وہ حرمات۔ اللہ کہ اللہ جن کی تعظیم کا حکم دیتا ہے جیسے شعائر ہیں انبیاء ہیں، انبیاء کے رہنے کے مقامات ہیں عبادت گاہیں ہیں یہ سب حرمات اللہ ہیں ان کی تعظیم ضروری ہے اور ایک وہ حرام چیزیں ہیں جن سے اجتناب ضروری ہے ان حرام چیزوں میں دو چیزوں کا اکٹھا ذکر فرمایا گیا ہے ایک شرک کا اور ایک جھوٹ کا جیسا کہ میں نے گزشتہ خطبے میں اس مضمون کو کھولا تھا۔ درحقیقت جھوٹ اور شرک ایک ہی چیز کے دو نام ہیں اور آپ اس مضمون پر جتنا بھی غور کریں گے اتنی ہی بات کھلتی چلی جائے گی کہ خدا کے بعد سب سے بڑا جھوٹا بت جس کی پرستش کی جاتی ہے وہ جھوٹ ہے وہ بت جن کو پتھر سے بنایا جاتا تھا یا لکڑی یا دھات سے گھڑا جاتا تھا وہ بت تو کسی زمانے میں پوجے جاتے تھے اب تو صرف بڑے مشرک ممالک میں بھی گنتی کے چند ہیں جو اُن بتوں کی پرستش کرتے ہیں ورنہ بڑی بھاری اکثریت ہے جو اُن کے نام سے بھی نا آشنا ہے کبھی مندر کی طرف منہ نہیں کیا ساری زندگیاں دنیا کی پیروی میں کاٹ گئی ہیں پس وہ بت تو بہت شاذ کے طور پر دنیا میں رہ گئے ہیں جن کی واقعتہ پرستش کی جا رہی ہو لیکن جھوٹ کا بت ایسا ہے کہ دنیا کے ہر براعظم میں ہر ملک میں، ہر شہر میں، ہر قصبے میں بڑی بڑی سلطنتیں ہوں یا چھوٹی

چھوٹی ریاستیں ہوں، بڑی بڑی اقتصادی بادشاہتیں ہوں، یا غریب کی تجارتیں ہوں ہر جگہ جھوٹ ہی جھوٹ ہے اور اس کثرت سے جھوٹ کی عبادت کی جاتی ہے کہ شاذ ہی دنیا پر کبھی یہ دور آیا ہو کہ جھوٹ کی ایسی عبادت کی جاتی ہو وہ لوگ جو بظاہر سچے ہیں جو روزمرہ کے معاملات میں سچے ہیں وہ اپنے بین الاقوامی اقتصادی معاملات میں جھوٹے ہیں، وہ لوگ جو اپنے ملک میں سیاست کے لحاظ سے صاف ستھرے ہیں اور قوم کے سامنے جوابدہ ہیں، غیروں کے معاملے میں ان کی سیاست سراسر جھوٹی ہو جاتی ہے اُن کے بہانے جھوٹے اُن کے ظلم یا منت جھوٹے، جو عذر رکھ کر وہ غیروں پر حملے کرتے ہیں وہ جھوٹے جو عذر رکھ کر حملے نہیں کرتے وہ جھوٹے اب آپ گلف کے پس منظر میں بوسنیا کے حالات کا جائزہ لے کر دیکھیں کہ مغربی دنیا کا ردِ عمل ان دونوں میں کتنا مختلف اور کتنا چھوٹا ہے وہاں ایک کُرد کو کوئی تکلیف پہنچتی تھی تو آگ بگولہ ہو جاتے تھے اور کہتے تھے کہ یہ کیسے ہو سکتا ہے کہ کردوں پر ظلم ہو رہے ہوں اور انگلستان خاموش رہے اور امریکہ خاموش رہے ہمیں چاہے طاقت استعمال کرنی پڑے جو چاہے ہم کریں گے لیکن ہم ان مظلوموں پر ظلم ہوتا نہیں دیکھ سکتے اور اُدھر

بوسنیا کا حال

یہ ہے کہ مسلمانوں کو باقاعدہ منظم سازش کے طور پر صرف مظالم کا نشانہ نہیں بنایا جارہا بلکہ سکیم یہ ہے کہ اس خطے سے مسلمانوں کا صفایا کر دیا جائے اور جب کہا جائے کہ یہاں طاقت کا استعمال کیوں نہیں کرتے تو اوّل تو تاخیر کے بہانے بہت تھے اب یہ عذر پیش کیا جارہا ہے کہ ہم ایک اور ویتنام نہیں بنانا چاہتے کیسے ہو سکتا ہے کہ ہم ایک ویٹ نام بنا دیں صدام حسین کے اوپر ہاتھ ڈالنے میں بڑی جرأت کی گئی تھی باوجود اس کے کہ کہا یہ جاتا تھا کہ صدام حسین اتنی بڑی طاقت بن چکا ہے کہ اس کو دیکھ کر جرمنی کا ہٹلر یاد آتا ہے اور عراق ہٹلر کا جرمنی بن چکا ہے وہاں کوئی خوف نہیں تھا لیکن یوگوسلاویہ سے تعلق رکھنے والا وہ نسلی گروہ جس نے بوسنیا کے مسلمانوں پر ظلم شروع کئے ہیں یہ دراصل اس کی حمایت نہیں ہے بلکہ اسلام کے ساتھ بغض ہے جو اس کے پیچھے کارفرما ہے اور عذر یہ تراشا جارہا ہے کہ ہم یہ نہیں چاہتے کہ یہاں ایک ویٹ نام بن جائے ایک اور لمبی جنگ شروع ہو جائے حالانکہ وہ شخص جس کو تاریخ حاضرہ کی معمولی سی بھی شُد بُد ہو سیاست سے ذرا سی بھی آگاہی ہو وہ جانتا ہے کہ ویٹ نام اس لئے بنا تھا کہ اس کے پیچھے رُوس اور چین کی طاقتیں تھیں اور خصوصاً روس نے غیر معمولی طور پر ویٹ نام کو ہر قسم کے اسلحے مہیا کئے اور طاقت دی ان کی راہنمائی کی وہاں جنگی مشقیں کروائی گئیں۔ ان کو گوریلا وارفیئر کی ٹریننگ دی گئی بہت ہی غیر معمولی طور پر بیرونی مدد اور بیرونی تعلیم و تربیت کے نتیجہ میں ویٹ نام بنا تھا۔ آج جبکہ روس ان مغربی طاقتوں کے ساتھ مل چکا ہے آج جبکہ چین کی کوئی طاقت ہی نہیں رہی کہ وہ علیحدہ اپنی مرضی سے کسی علاقہ میں کوئی فساد برپا کر سکے تو یوگوسلاویہ جیسے ملک کی مجال کیا ہے کہ وہ بڑی طاقتوں کے مقابل پر سر اُٹھا سکے چاروں طرف سے وہ ایسی ریاستوں میں گھرا پڑا ہے جن میں سے کوئی بھی اس کی مدد نہیں کر سکتی لیکن ان کی طرف سے آپ ایسے ایسے بیہودہ عذر سنیں گے کہ عقل دنگ رہ جاتی ہے اور عوام ان کا یہ حال ہے کہ وہ ان کو قبول کئے چلے جاتے ہیں پس ہر بات جھوٹ ہو چکی ہے اور بوسنیا کا جو معاملہ ہے اس کے پیچھے دراصل اسلام دشمنی ہے۔ میں اسے اس طرح دیکھ رہا ہوں کہ گزشتہ تاریخ میں یورپ میں ترکی نے ایک کردار ادا کیا اور کئی یورپین ریاستوں پر ایک لمبے عرصہ تک اسلام کا غلبہ رہا اور ان طاقتوں کے ٹوٹنے کے باوجود بھی بعض علاقوں میں مسلمانوں کی بھاری تعداد موجود رہی لیکن آزاد ریاست کے طور پر ایک بوسنیا تھی جو بھاری مسلم اکثریت کی تھی اور یورپین تھی اور آزاد تھی اب دوبارہ اس کو وہی پہلی سی سیاسی طاقت کے طور پر قبول کیا گیا لیکن یہ برداشت نہیں کیا جا سکتا تھا کہ یورپ میں اسلام کا کوئی دخل رہ جائے۔ یہ برداشت نہیں کیا جا سکتا تھا کہ یورپ میں کسی وقت بھی ترکی کو پھر دخل اندازی کا موقع فراہم کیا جائے پس یہ جو کھیل کھیلی جا رہی ہے یہ عیسائیت کے حق میں نہیں ہے بلکہ اسلام کی دشمنی ہے دہریوں کو بھی اسلام سے دشمنی ہے یہود کو بھی اسلام سے دشمنی ہے۔ عیسائیوں کو بھی اسلام سے دشمنی ہے یہ بغضِ معاویہ ہے حُبِّ علی نہیں ہے پس اس کی خاطر جتنے چاہو جھوٹے بہانے بناؤ اور ساری قوم قبول کرنے کے لئے تیار بیٹھی ہے ساری مغربی دنیا یا وہ مشرقی دنیا جو ان کے تابع فرمان ہے وہ ان کو قبول کئے چلی جاتی ہے اور مسلمان بیچارے کو کوئی ہوش ہی نہیں ہے مسلمان سیاستدان آگے سے ایسی لغو باتیں کرتا ہے کہ اس سے بھی طبیعت میں کراہت پیدا ہوتی ہے اور سخت تکلیف پہنچتی ہے کہ بدقسم کیسے کر سکتے ہو جن قوموں نے یہ ظلم کیا ہے ان کا ساتھ چھوڑنے کی تو تم میں جان نہیں، طاقت نہیں ہے، مجال نہیں ہے کہ اُن سے اپنے تعلقات توڑ دینا ان کو اقتصادی 'RETALIATION' (اقتصادی ردعمل) کی دھمکی دے دو یا اس حد تک ہی وہ جس حد تک تم کر سکتے ہو یہ تو کسی کو توفیق نہیں ہے کہ باقاعدہ منصوبہ بنا کر اتنی بات کرے جو سچی ہو اور جس پر عملدرآمد کی توفیق ہو اور غیر دنیا یہ سمجھ لے کہ اسلامی دنیا اس چیز کو برداشت نہیں کرے گی اس کی بجائے بیان یہ دئے جا رہے ہیں مثلاً پاکستان کہتا ہے کہ ہم فوج بھیجنے کے لئے تیار ہیں جماعت اسلامی کا دعویٰ ہوتا ہے کہ جاؤ رضا کار بھرتی کرو اور وہاں بھجواؤ۔ پاگل پن ہے، کون سے رضا کار؟ کیسے بھیجیں؟ کس میں طاقت ہے؟ کس کی مجال ہے کہ ان معاملات میں دخل دے۔ سارے جھوٹ کے قصے ہیں۔ پس یہ مثال میں نے کھول کر دی ہے کہ وہ دنیا وہ وقت، جس میں سب کچھ جھوٹ ہو چکا ہے۔ یہ وہی دور ہے جس کے متعلق قرآن کریم نے فرمایا کہ "وَالْعَصْرِ إِنَّ الْإِنْسَانَ لَفِي خُسْرٍ" زمانہ گواہ ہے کہ انسان بحیثیت انسان گھاٹے میں ہے پس آپ جہاں بھی تلاش کر کے دیکھیں

ساری دنیا بتوں کی آماجگاہ بن چکی ہے

ہر دل میں جھوٹ کے بُت نے قبضہ کیا ہوا ہے۔ مطلب کی بات ہے جب مطلب درپیش ہو تو ضرور جھوٹ سے کام لیا جاتا ہے۔ بہت کم ایسے شہزاد ہیں بہت کم ایسے موجود ہیں جو سخت ابتلا میں پڑ کر بھی سچائی سے کام لیتے ہیں۔ پس اس لئے جماعت احمدیہ جب توحید کی دعویدار ہے، جماعت احمدیہ کا ادعا یہ ہے کہ ہم نے اس دنیا سے شرک کا قلع قمع کرنا ہے تو یہ باتیں مضمون نگاریوں یا تقریروں سے تو نہیں ہو سکتیں اس کے لئے تو عظیم انقلابی جدوجہد کی ضرورت ہو گی اور یہ انقلاب جہاں سے نفوس میں برپا ہونا ہو گا یہ ایسا انقلاب نہیں ہے جو آپ کے سینوں سے اُچھل پڑے جب تک کہ سینوں میں برپا نہ ہو پس پہلے اپنے اعمال اپنے کردار اپنے خیالات اپنی گفتار میں ایک انقلاب برپا کریں اپنے آپ کو موجود بتوں سے کلیتہً ہجرت کر کے توحید کے دامن میں پناہ لیں۔ پھر خدا تعالیٰ کے فضل سے آپ کو وہ طاقت نصیب ہو گی جس کے نتیجہ میں دنیا میں آپ ایک عظیم انقلاب برپا کر سکیں گے اور یہ طاقت توحید ہی کی طاقت ہے وہ ایک طاقت جس نے لازماً فتحیاب ہونا ہے وہ توحید کی طاقت ہے۔ وہ ایک طاقت جس کے سوائے خدا کی غیرت کسی اور چیز کو برداشت نہیں کر سکتی کسی بدمزاجی کو برداشت نہیں کر سکتی وہ توحید کی طاقت ہے۔ پس جب موحد ہو کر خدا کی ذات میں گم ہوتے ہیں تو اسی کا نام تبتّل الی اللہ ہے اور تبتل کے طریقوں میں سب سے بڑا تبتّل جھوٹ سے اختیار کرنا ضروری ہے اور سب سے بڑا شرک جھوٹ ہی کا شرک ہے پس اس پہلو سے میں آپ کو سمجھا رہا ہوں کہ یہ کوئی علمی باتیں نہیں ہیں حقیقت کی دنیا میں آکر ہمیں روزمرہ کی زندگی میں ان بتوں کی تلاش کرنی ہو گی، ان کی نشاندہی کرنی ہو گی جو ہر وقت روزمرہ ہماری زندگی پر حاوی ہو رہے ہیں۔ ہماری باتوں، ہمارے طرزِ عمل پر اُن کا اقتدار رہتا ہے اور ہم موحد ہیں اور اس کے باوجود بیک وقت خدا کے سامنے بھی سر جھکا رہے ہیں اور غیر اللہ کے سامنے بھی دل

پیش کر رہے ہیں۔

پس یہ جو متضاد زندگی کی کیفیت ہے یہ قابل قبول نہیں ہے تضاد خود جھوٹ ہوتا ہے۔ پس جہاں تضاد پیدا ہو جائے وہاں ساری زندگی جھوٹ بن جاتی ہے اس کا شعور پیدا کرنے کی ضرورت ہے۔ ہر احمدی گھر میں ہر فرد، عورت، بچے، ہر ایک دل میں، پوری قوت کے ساتھ، جھوٹ کے خلاف نفرت پیدا کرنے کی ضرورت ہے اور حضرت اقدس محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہٖ وسلم نے جس رنگ میں اس مضمون پر روشنی ڈالی ہے اُسے بار بار گھروں میں پیش کیا جانا ضروری ہے۔

تین اسباب

چند احادیث آپکے سامنے رکھتا ہوں

جو حضرت اقدس محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہٖ وسلم کی نصائح ہیں:

حضرت عبد اللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ بیان کرتے ہیں کہ آنحضور صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہٖ وسلم نے فرمایا: تمہیں سچ اختیار کرنا چاہئیے کیونکہ سچ نیکی کی طرف رہنمائی کرتا ہے اور نیکی جنت کی طرف لے جاتی ہے۔ انسان سچ بولتا ہے اور سچ بولنے کی کوشش کرتا ہے یہاں تک کہ وہ اللہ کے ہاں صدیق لکھا جاتا ہے۔ تمہیں جھوٹ سے بچنا چاہئیے کیونکہ جھوٹ فسق و فجور کا باعث بن جاتا ہے اور فسق و فجور سیدھا آگ کی طرف لے جاتے ہیں۔ ایک شخص جھوٹ بولتا ہے اور جھوٹ کا عادی ہو جاتا ہے یہاں تک کہ اللہ کے ہاں کذاب یعنی سخت جھوٹا لکھا جاتا ہے (صحیح مسلم کتاب البر والصلۃ باب قبح الکذب وحسن الصدق وفضلہ)

اس فرمان نبوی صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہٖ وسلم پر ٹھہر کر غور کرنے کی ضرورت ہے آپ نے فرمایا: سچ نیکی کی طرف راہنمائی کرتا ہے اور جھوٹ بدی کی طرف راہنمائی کرتا ہے۔ امر واقعہ یہ ہے کہ دنیا میں جتنے بھی جرم ہو رہے ہیں اُن میں سے شاذ ہی کوئی جرم ایسا ہو گا جس کا تعلق جھوٹ سے نہ ہو۔ شاذ سے مراد وہ جرم ہیں جو اشتعال انگیزی کے وقت بغیر سوچے سمجھے سکیم کے نابع اچانک رونما ہوتے ہیں ان میں جھوٹ بعد میں آتا ہے انسان بعد میں سوچتا ہے کہ میں کیسے جھوٹ بول کر اپنے عمل کی پاداش سے بچ سکوں گا لیکن جرائم کی بھاری اکثریت وہ ہے جو جھوٹ کے بچوں کے طور پر رونما ہوتے ہیں ایک جرم کرنے والا پہلے یہ سوچتا ہے کہ اس جرم کے نتیجہ میں اگر پکڑا جاؤں اگر کوئی گواہی کسی کے ہاتھ آجائے کوئی میرے جرم کا نشان مل جائے تو میں کیا عذر تراشوں گا پہلے جھوٹ کا تانا بانا بنا جاتا ہے پھر اس تانے بانے کے لباس میں انسان بظاہر دنیا کی نظر سے پوشیدہ ہو کر پھر جرم کا ارتکاب کرتا ہے اور یہ چیز جو ہے یہ بچپن سے لے کر بڑھاپے تک زندگی کے ہر شعبے پر حاوی ہے۔ میاں بیوی کے تعلقات پر بھی حاوی ہے۔ ماں باپ کے تعلقات پر بھی حاوی ہے جہاں بھی کوئی ظلم ہو، جہاں بھی کسی سے کوئی بے اعتدالی ہو، ناانصافی کا سلوک کیا جائے یا کسی کے خلاف کوئی مجرمانہ حرکت کی جائے۔ اگر آپ ان نیتوں کا تجزیہ کریں تو ہمیشہ ان سے پہلے جھوٹ ہو گا۔

جھوٹ نیت کے اندر داخل ہو کر حملہ کرنے والی ایک چیز ہے جس طرح قرآن کریم نے شیطان کے متعلق فرمایا ہے کہ تم پر وہاں سے حملے کرتا ہے جہاں سے تمہیں دکھائی نہیں دیتا وہ کونسی جگہ ہے جہاں دکھائی نہیں دیتا، بسا اوقات انسان کی نیت میں جو فساد پوشیدہ ہو وہ دکھائی نہیں دیا کرتا اور نیت کے فساد کے ساتھ ایک گناہ کا ارادہ کرنے والا انسان بسا اوقات خود اس بات سے واقف ہی نہیں ہوتا کہ اول سے لے کر آخر تک میری نیت فساد کی تھی اور بدنیتی یہاں تک کہ اکثر اوقات یہ نیتیں انسان سے چھپ جاتی ہیں اور وہ جو سوچیں سوچ رہا ہے اور ترکیبیں کر رہا ہے کہ میں یہ جھوٹ بولوں گا اور اس طرح بولوں گا اور یہ کروں گا یہ ساری باتیں اس کی آنکھوں کے سامنے اُس کے وجود کے اندر واقعہ ہو رہی ہوتی ہیں اور اس کو پتہ نہیں لگتا کہ میں کیا کر رہا ہوں۔ پس آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم نے جب فرمایا کہ جھوٹ بدی پیدا کرتا ہے تو واقعۃً تمام جرائم میں سب سے زیادہ کردار ادا کرنے والا اگر ایک واحد گناہ چنا جائے تو وہ جھوٹ ہی ہے اور اس کا تعلق انفرادی تعلقات سے بھی ہے اور قومی تعلقات سے بھی ہے تجارت سے بھی ہے اور سیاست سے بھی ہے دنیا کے ہر شعبہ پر یہ بات حاوی ہے۔ پہلا جھوٹ ہے پھر بدیاں پیدا ہوتی ہیں۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہٖ وسلم نے ایک موقعہ پر ایک شخص کو نصیحت فرمائی کہ تم جھوٹ نہ بولو واقعہ یہ ہوا کہ اس نے آنحضور صلعم سے یہ عرض کیا کہ یا رسول اللہ! میں بہت بد انسان ہوں مجھ میں اتنی طاقت نہیں ہے کہ میں ساری نیکیاں اختیار کر لوں اور ساری بدیوں سے قطع تعلق کر لوں مجھے ایک حکم فرمائیں یہ میں عہد کرتا ہوں کہ جو نصیحت فرمائیں گے اس پر میں ضرور عمل کروں گا۔ تو آنحضور صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہٖ وسلم نے فرمایا کہ اچھا اگر اتنی سی بات ہے تو

صرف یہ وعدہ کرلو کہ جھوٹ نہیں بولو گے

اُس نے کہا کہ ہاں، یہ تو معمولی سی بات ہے میں وعدہ کرتا ہوں کہ جھوٹ نہیں بولوں گا اس کے بعد جب وہ باہر نکلا تو اسے ایک بدی کا خیال آیا اور معاً یہ خیال آیا کہ اگر میں پکڑا گیا تو کروں گا کیا؟ کیونکہ سوچ کو از خود یہ عادت ہوتی ہے کہ بدی کے ساتھ ہی بہانے ڈھونڈ رہی ہوتی ہے کہ میں کس طرح اپنا بچاؤ کروں گی یا بدی کرنے والے کا بچاؤ ہو گا۔ تو جب اس نے سوچا تو اس کو خیال آیا کہ جھوٹ کے سوا میرا بچاؤ ہو ہی نہیں سکتا۔ چور تھا رات کو چوری کے لئے نکلا تو خیال آیا کہ اگر میں پکڑا گیا تو کیا کہوں گا یا رستے میں کسی نے پوچھ لیا کہ کہاں جا رہے ہو تو میں کیا جواب دوں گا میں تو وعدہ کر بیٹھا ہوں کہ میں جھوٹ نہیں بولوں گا غرضیکہ یہ سوچ بڑھتی چلی گئی اور اس کی بدیوں کے ہر دائرے سے جھوٹ کا تعلق نکلا یہاں تک کہ بالآخر اس کو ہر بدی سے توبہ کرنی پڑی اور اللہ تعالیٰ کے فضل کے ساتھ چونکہ وہ اس معاملہ میں سچا تھا کہ جھوٹ نہیں بولے گا اس لئے پھر سچ کے نیک نتیجے پیدا ہونے شروع ہوئے اور خدا کے فضل سے اس کو کثرت کے ساتھ نیکیوں کی توفیق ملی تو یہی مضمون ہے جیسے حضرت اقدس محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہٖ وسلم نے بیان فرمایا کہ انسان سچ بولتا ہے تو اس کے نتیجہ میں نیکیاں پیدا ہوتی ہیں۔ جھوٹ بولتا ہے تو اس کے نتیجہ میں بدیاں پیدا ہوتی ہیں فرمایا: انسان سچ بولتا ہے اور سچ بولنے کی کوشش کرتا ہے۔

یہ بھی بہت ہی عظیم کلام ہے ایک عارف باللہ کا کلام ہے جو انسانی فطرت پر گہری نظر رکھتا ہے۔ صرف یہ نہیں فرمایا کہ سچ بولتا ہے۔ فرمایا سچ بولنے کی کوشش کرتا ہے جس کا مطلب یہ ہے کہ انسان کو ساری زندگی سچ کے معاملہ میں جہاد کرنا پڑتا ہے جس کو ایک سطح سے دیکھا جائے اور وہ سچا نکلتا ہو اگر دوسری سطح سے دیکھا جائے تو وہی شخص بعض پہلو سے جھوٹا بھی نکلے گا۔ آزمائشوں کی بات ہے یہ کیسی بڑی آزمائش ہے۔ کس نوع کی آزمائش ہے اور اس کے مزاج سے اُس آزمائش کا کیا تعلق ہے یہ بہت سے عوامل ہیں جو کر یہ فیصلہ کرتے ہیں کہ کوئی انسان خدا کے نزدیک سچا ٹھہرتا ہے کہ نہیں پس روزمرہ کی زندگی میں سچ بولنے والے جھوٹے نکل آتے ہیں۔ روزمرہ کی زندگی میں جھوٹ بولنے والے جب کوئی مطلب نہ ہو تو سچ بھی بول دیتے ہیں پس آنحضور فرماتے ہیں کہ کوشش کرتا ہے ایک ایسی کوشش جو زندگی کا حصہ بن چکی ہو آپ فرماتے ہیں ایسا شخص بعض دفعہ ایسے مرتبہ تک پہنچ جاتا ہے کہ خدا کے ہاں صدیق لکھا جاتا ہے اور فسق و فجور کے متعلق فرمایا کہ جھوٹ فسق و فجور کا باعث بن جاتا ہے اور یہ آگ کی طرف لیجاتا ہے یہاں تک کہ اللہ کے ہاں کذاب لکھا جاتا ہے پس جو جھوٹ بولنے والا ہے اس کو میں متوجہ کرنا چاہتا ہوں کہ وہ ایک مقام پر نہیں ٹھہرا رہے گا۔ اگر اس نے جھوٹ کے خلاف جہاد نہیں کیا تو وہ اپنے جھوٹ میں لازماً بڑھے گا۔ میں نے کوئی جھوٹا نہیں دیکھا جو رُخ موڑے بغیر ایک حالت پر قرار پکڑ گیا ہو کہ جتنا جھوٹ بولتا تھا کل بھی اتنا ہی بولے۔ دس دن کے بعد بھی اتنا ہی جھوٹ بولے آئندہ سال بھی اتنا ہی جھوٹ بولے اگر وہ جھوٹ سے

پرہیز کی کوشش شروع نہیں کرتا تو لازماً جھوٹ میں ترقی کرتا ہے اور وہ شخص جو سچ بولنے کی کوشش کرتا ہے وہ لازماً سچ میں ترقی کرتا ہے پس آنحضور صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہٖ وسلم کے پیغام کو غور سے سنیں اور سمجھیں آپ یہ فرما رہے ہیں کہ جھوٹ بولنے والو اگر تم باز نہیں آؤ گے تو ایک وقت ایسا آئے گا کہ خدا کے نزدیک تم کذّاب لکھے جاؤ گے اور اے سچ بولنے والو تم اپنی کوشش میں تھک نہ جانا اگر تم سچ بولنے کی کوشش کرتے چلے جاؤ گے تو ایسا وقت آسکتا ہے کہ خدا کے ہاں تم صدیق لکھے جاؤ پس ساری جماعت کو جھوٹ سے احتراز کی کوشش کی حالت میں جان دینی چاہیئے اور سچ کی طرف قدم اٹھاتے ہوئے جان دینی چاہیئے پھر جس منزل پر بھی جان نکلے وہی کامیابی کی منزل ہے اللہ تعالیٰ ہمیں اس کی کما حقہٗ توفیق عطا فرمائے۔

ایک موقعہ پر آنحضور صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہٖ وسلم نے فرمایا

کیا تمہیں سب سے بڑے گناہ نہ بتاؤں؟

حضرت ابوبکرہ روایت کرتے ہیں کہ ہم نے عرض کیا جی حضور! ضرور بتائیے آپ نے فرمایا اللہ کا شریک ٹھہرانا۔ والدین کی نافرمانی کرنا یہ دو باتیں بیان فرمائیں اللہ کا شریک ٹھہرانا بہت بڑا گناہ ہے۔ اور والدین کی نافرمانی کرنا بہت بڑا گناہ ہے آپ تکیئے کا سہارا لئے ہوئے تھے جوش میں آکر بیٹھ گئے اور بڑے زور سے فرمایا دیکھو تیسرا بڑا گناہ جھوٹ بولنا اور جھوٹی گواہی دینا ہے آپ نے اس بات کو اتنی دفعہ دہرایا کہ ہم نے چاہا کاش حضور اب خاموش ہو جائیں تاکہ حضور کو بار بار دہرانے سے تکلیف نہ پہنچے تو جھوٹ کا جب ذکر آیا تو طبیعت میں ایک غیر معمولی جوش پیدا ہو گیا اور بار بار فرمایا کہ دیکھو جھوٹ نہیں بولنا اور جھوٹی گواہی نہیں دینی۔[1]

اب آپ ملکوں کا جائزہ لے کر دیکھیں جو پچھڑے ملک کہلاتے ہیں ان میں بھی جھوٹ اور جھوٹی گواہیاں روزمرہ کی زندگی کا ایک دستور بنتا جا رہا ہے لیکن وہ ممالک جو بدقسمتی سے جھوٹ میں ایک خاص مقام حاصل کر چکے ہیں اُن کے ہاں سب سے زیادہ جھوٹ عدالتوں میں ملتا ہے جس سے سب سے زیادہ زور کے ساتھ خصوصیت کے ساتھ آنحضرت صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہٖ وسلم نے منع فرمایا اور بار بار تنبیہ فرمائی کہ دیکھو جھوٹ نہیں بولنا اور جھوٹی گواہی نہیں دینی لیکن امر واقعہ یہ ہے کہ وہ ممالک جو اسلامی، اسلامی، اسلامی ہونے کے دعوے کرتے چلے جا رہے ہیں اور ساری دنیا میں شور ڈال رہے ہیں کہ ہم ہیں جو اسلام کی عزت اور وقار کو قائم کرنے والے ہیں، ہم ہیں جو شریعت کا احترام دنیا میں قائم کرنے والے ہیں۔ ہم ہیں جو اسلامی نظام کو دنیا میں دوبارہ رائج کرنے والے ہیں وہ یہ نہیں سوچتے کہ یہ نظام کن لوگوں پر رائج ہوگا۔ اسلامی عدل کن عدالتوں میں جلوے دکھائے گا۔ وہ عدالتیں جہاں ہر گواہ جھوٹا ہو۔ جہاں مقدمے کی بناء جھوٹی ہو۔ جہاں مقدمے کے مقاصد جھوٹ پر مبنی ہوں۔ جہاں اوّل سے آخر تک سارا تانا بانا جھوٹ سے بنا جا رہا ہو اس کا اسلامی نظام عدل سے کیا تعلق ہے لیکن یہ دعویٰ بھی جھوٹا جس کو انگریزی میں کہتے ہیں He is living a lie بعض قومیں اپنی بدبختی سے جھوٹ کی زندگی بسر کر رہی ہیں اور تیسری دنیا میں ایسے ممالک تعداد میں بہت زیادہ ہیں جہاں اکثریت ایسے باشندوں پر مشتمل ہے جنہیں جھوٹ سے کوئی عار نہیں، بلکہ روزمرہ کی زندگی کا حصہ بنا ہوا ہے سوائے مشرق بعید کے وہاں خدا کے فضل سے جھوٹ بہت کم ملتا ہے یعنی ہندوستان، پاکستان اور بنگلہ دیش وغیرہ کے جو حالات ہیں وہ مختلف ہیں لیکن کوریا اور چین اور ہند چینی وغیرہ سے جزائر کے حالات مختلف ہیں وہاں نسبتاً کم جھوٹ ہے اور

جہاں جھوٹ کم ہے وہاں اقتصادی ترقی زیادہ ہے

ان دو باتوں کا گہرا رشتہ ہے۔ اور حضرت رسول کریم صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہٖ وسلم کی ایک حدیث ہے کہ رزق میں برکت سچ سے ہوتی ہے (الترغیب والترہیب للمنذری جلد ۲ صفحہ ۲۹ مطبوعہ مصر) وہ جھوٹے ہیں کہ جو سمجھتے ہیں کہ جھوٹ سے ہمارے رزق میں برکت پڑے گی۔ رزق میں اصل برکت سچ سے ہوتی ہے۔ مشرق بعید میں اقتصادی لحاظ سے سب سے زیادہ ترقی یافتہ ملک جاپان ہے اور سب سے زیادہ سچ جاپان میں بولا جاتا ہے میں نے وہاں جا کر تفصیل سے جائزہ لیا وہاں جو مجالس ہوئیں اور بعض دفعہ دانشوروں سے جو خطاب ہوئے ان میں میں نے کھل کر ان کو خراج تحسین پیش کیا۔ میں نے کہا بڑے بڑے ترقی یافتہ مغربی ممالک کے مقابل پر جاپان میں سچ بہت زیادہ گہرائی کے ساتھ نافذ ہے اور ان کی روزمرہ کی زندگی میں جھوٹ کا تصور ہی کوئی نہیں اور اللہ تعالیٰ کے فضل کے ساتھ رزق کی سب سے زیادہ فراوانی بھی اسی ملک میں ہے پس وہ قومیں جو جھوٹی ہو جائیں وہاں رزق کو برکت نہیں ملتی اور حقیقتاً خدا ان کا رب نہیں بنا کرتا۔ جھوٹ سے نفرت نہیں تو رزق سے تو بہت محبت ہے اس لئے اس نکتہ کو ہی کم از کم سمجھ لیں۔ یہی اگر سمجھ جائیں کہ رزق سچ سے ملے گا جھوٹ سے نہیں ملے گا تو اس سے ہی ان قوموں میں عظیم انقلاب برپا ہو سکتے ہیں۔

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہٖ وسلم نے فرمایا کہ انسان کے جھوٹے ہونے کے لئے یہی علامت کافی ہے کہ وہ ہر سنی سنائی بات لوگوں میں بیان کرتا پھرے (صحیح مسلم۔ باب النھی عن الحدیث بکل ما سمع)

اب آپ اپنی سوسائٹی کا جائزہ لے کر دیکھیں جہاں جھوٹ زیادہ ہو وہاں یہ عادت روزمرہ ہر طبقہ میں عام طور پر ملتی ہے کہ ادھر سے بات سنی اور ادھر لے اُڑے اور دوسری طرف سے باتیں بیان کرنی شروع کر دیں۔ عجیب قسم کی بیہودہ گندی عادت اس لئے ہے کہ اس کا پس منظر بہت سی نفسیاتی خرابیاں ہیں۔ نفسیاتی ٹیڑھا پن ہے کجیاں ہیں جن کے نتیجہ میں یہ عادت پیدا ہوتی ہے۔ اگر اپنے بھائی سے یعنی بھائی سے مراد یہ ہے کہ اپنے ہم وطن، اپنے ہم شہری، اپنے تعلقدار سے دلی محبت نہ ہو تو انسان اس کی برائی کی تلاش میں رہتا ہے اور جس سے محبت ہو اس کی برائی پر پردہ ڈالتا ہے اور اس کی خوبیوں کو اچھالتا ہے تو جن سوسائٹیوں میں چغلخوریاں یا سنی سنائی بات کو آگے بیان کرنے کی عادت ہو وہاں دراصل اس مرض کی نشانی ہوتی ہے کہ اس سوسائٹی میں بغض ہے، اس سوسائٹی میں حسد ہے، اس میں محبت کا فقدان ہے، بھائی بھائی سے جلتا ہے اور اس کا دشمن ہے۔ پس جب بھی برائی کی کوئی بات کان میں پڑے فوراً بیان کرنی شروع کر دیتے ہیں اور اس کے علاوہ مزاج کا جھوٹا ہونا اس عادت کو رواج دیتا ہے جس شخص کا مزاج جھوٹا ہو وہ تحقیق کی طرف مائل ہی نہیں ہوتا۔ جس کا مزاج سچا ہو وہ تحقیق کی طرف مائل ہوتا ہے۔ اگر کسی سچے کے سامنے آپ کوئی ایسی بات کریں تو وہ فوراً پوچھے گا کہ بتاؤ تم نے کس سے سنی تھی وہ کون شخص ہے اس کے متعلق جائزہ لے گا کہ وہ کیسا تھا اگر وہ سچا ہو تو پھر بات کو آگے بڑھا کر مزید جستجو کرے گا اگر وہ جھوٹا ہو تو وہیں اس بات کو ترک کر دے گا کہ جس سے تم نے روایت کی ہے وہ تو ہے ہی جھوٹا آدمی لیکن بسا اوقات تحقیق کے نتیجہ میں لوگ دوسرے کا نام بھی نہیں بتاتے میں نے تو جب بھی تحقیق کی ہے ہمیشہ یہی دیکھا ہے کہ لوگ کوشش کرتے ہیں کہ کسی کا نام پتہ ہی نہ لگے۔

ابھی پچھلے جلسہ کے دنوں میں مجھ سے کسی نے شکایت کی کہ جی! لوگ یہ باتیں کر رہے ہیں۔ میں نے کہا مجھے نام بتاؤ۔ ایک آدمی کا نام بتاؤ کس نے بات کی ہے تو شکایت کرنے والے نے کہا کہ جی! لوگ عام باتیں کرتے ہیں میں نے کہا تم نے کسی انسان سے بات سنی ہے یا فرشتے ہوا میں باتیں کرتے ہیں یا جن ہیں جو یہ تذکرے کر رہے ہیں۔ عام باتیں کر رہے ہیں تو کسی ایک کا نام بتاؤ لیکن کوئی نام نہیں نکلا۔ اصل میں دل کی باتیں ہیں وہاں سے اچھلتی ہیں تو بغض کے نتیجہ میں انسان اس بات کا محتاج نہیں ہے کہ کسی سے سن کر آگے بات کرے اپنے دل میں جو خیالات پیدا ہو جاتے ہیں ان کو ہی انسان دوسروں کی طرف منسوب کر کے بیٹھ

[1] بخاری کتاب الادب باب عقوق الوالدین

کر کے پیش ضرور کر دیتا ہے۔ اس مجلس میں اتفاقاً سے کوئی دو ایک آدمی اور بھی بیٹھے تھے۔ چنانچہ اُن میں نے سوال کیا۔ میں نے کہا۔ اچھا اِس کو میں چھوڑ دیتا ہوں۔ آپ بتائیں کہ آپ میں سے کسی ایک نے یہ بات کہی ہے یا یہ بات سُنی ہے تو سب نے بعد ی انہوں نے انکار کیا۔ انہوں نے کہا ہم بھی تو ساتھ رہے ہیں نہ ہم میں سے کسی نے کہی نہ ہم میں سے کسی نے سُنی۔ تبھی کہتے ہیں کہ جھوٹ کے پاؤں نہیں ہوتے تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہ وسلم نے فرمایا کہ انسان کے جھوٹا ہونے کے لئے یہی علامت کافی ہے کہ وہ سُنتا ہے اور بات کو آگے چلا دیتا ہے۔ ایسی بیہودہ عادت اور بیشتر یہ بات چسکے کی بھی ہے۔ اگر انسان کو آپ کچھ حاصل نہ ہو تو دوسرے کو نیچا دکھانے میں اس کو ایک مزا ملتا ہے۔ انسانی فطرت ہے کہ بعض اونچا ہونا تو جتنی بیچاروں کو اونچا ہونا نہ آتا ہو تو وہ دوسرے کا سر نیچا کر کے اونچا ہوتے ہیں۔ تالاب میں بعض لڑکے دوسرے کو ہاتھ مار کر بھی ڈبو دیا کرتے تھے۔ یہ بھی ایک فخر ہے۔ تو جو قومیں بیکار ہو جائیں، نکمّی ہو جائیں۔ جہاں جھوٹ کی عادت ہو۔ بیہودہ باتیں ہوں وہاں یہ روز مرّہ کی عادتیں ہیں کہ باتیں سُنیں اور آگے چلائیں اور پھر اس بات پر بڑے چسکے لئے اور اس کی ایک اور وجہ یہ ہوتی ہے کہ

بعض بدیاں ایسی ہیں جن کے پھیلانے میں لوگوں کو مزا ملتا ہے

اور اس لئے پھیلاتے ہیں تاکہ لوگوں میں یہ بات ہو کہ کوئی حرج نہیں۔ فلاں بھی اس طرح ہی کرتا ہے فلاں بھی اس طرح کرتا ہے ہم بھی کرلیں تو کیا حرج ہے تو اپنی بدیوں کے رجحان کو تقویت دینے کے لئے بعض لوگ سُنی سنائی باتیں اگر اچھے لوگوں کی طرف منسوب ہوں تو وہ فوراً اخذ کرتے اور آگے چلا دیتے ہیں تو ایک جھوٹ ہے جو چار ماؤں کا بچہ ہے اور آگے پھر بڑے ناپاک بچے پیدا کریگا۔ جھوٹ کے اوپر بھی گند ہے نیچے بھی گند ہے۔ ایسی غلیظ چیز ہے کہ قرآن کریم نے جب اس کو نجس کے ساتھ ملایا تو بہت ہی خوب ملایا۔ نہایت ناپاک چیز ہے۔ گندے ماں باپ کی اولاد اور گندے بچے پیدا کرنے والا اور بدنصیبی سے انسان کو سب سے زیادہ تعلق جھوٹ سے ہے تو بہت بڑا اشترک ہے اس سے توبہ کی جائے اور اگر ہم نے کوشش نہ کی اور غیر معمولی جہاد نہ کیا اور پوری توبہ اور دُعا کے ساتھ جھوٹ کے ازالے کی کوشش نہ کی تو آپ کو اندازہ نہیں ہے کہ ہماری سوسائیٹی میں جو نیکوں کی سوسائیٹی ہے اس میں بھی جھوٹ نے کتنی کتنی جڑیں جمائی ہوئی ہیں اور کن کن جگہوں میں یہ بُت پوشیدہ ہے۔ اس کو تو ننگا کر کے نکالنا پڑے گا۔ جڑوں کو بھی کھود کھود کر اسے باہر نکالنا پڑے گا اور اس کے لئے سب سے اچھا طریق یہ ہے کہ اپنی یہ عادت بنالیں کہ جب کوئی نیت دل میں جنم لینے لگے۔ کوئی خیال پیدا ہو۔ کسی کے پاس جا رہے ہیں۔ اس کے سامنے کوئی بات کرنی ہے تو اس وقت اپنی سوچ کے ساتھ ساتھ اپنے دل میں اُتریں اور سوچ کی آخری جڑ تک پہنچنے کی کوشش کریں۔ جس وقت یہ سوچ پیدا ہو رہی ہوتی ہے تو وہ تازہ تازہ وقت وہ ہے کہ اس کے قدموں کے نشان ملتے ہیں اور اُن قدموں کے نشانوں کی پیروی میں کھوج لگاتے ہوئے آپ اس کے آخری کنارے تک پہنچ سکتے ہیں۔ جب یہ سوچ پختہ ہو چکی ہو یا آگے کسی بدی کو پیدا کر چکی ہو تو پھر وقت ہاتھ سے گزر چکا ہے۔ پھر آپ اس کی پیروی نہیں کر سکتے۔

پس یہ عادت ڈالیں کہ جو بھی بات ہو اس کی اس سوچ کا تجزیہ کریں تو آپ یہ دیکھکر حیران ہوں گے کہ روز مرّہ کی بالکل معصوم باتوں میں بھی نفس کو جھوٹے بہانوں کی عادت ہے۔ روز مرّہ کی ملاقات میں ہی ایسی باتیں کرجاتا ہے جو بالکل کھوکھلی ہوتی ہیں اور بے معنی ہیں جن کا سچ سے کوئی تعلق نہیں۔ پس اگر انسان کو عادت ہو اس کا سراغ لگائے اور ایسا پہنچے کہ میں نے یہ بات کیوں کرنی تھی۔ یہ فلاں صاحب جو رستے میں ملے تھے میں نے ان کو یہ کہہ دیا اور اکثر باتیں اس لئے کہی ہیں کہ میں اُن کے سامنے اور زیادہ اچھا بنوں اور اچھا بننے کے شوق میں بہت سی جگہ جھوٹ کے سہارے لئے جاتے ہیں۔ پس انسان کو جب تک جھوٹ کی تلاش کی عادت نہ ہو یعنی جھوٹ کی نیتوں کی جڑوں تک پہنچنے کی عادت

نہ ہو تو وہ حقیقت میں جھوٹ پر غلبہ نہیں پا سکتا۔ یہی نکتہ بنیادی نکتہ ہے جو قرآن کریم نے بیان فرمایا کہ خبردار شیطان تم پر ایسی جگہوں سے حملے کرے گا جہاں سے تم اس کو نہیں دیکھ سکتے۔ یہ مراد نہیں ہے کہ کوشش بھی کرو گے تو نہیں دیکھ سکتے۔ اگر یہ مراد ہوتی تو کوئی نیک انسان بھی شیطان کے حملے سے امن میں نہ ہوتا۔ مگر ساتھ ہی یہ بھی تو فرمایا کہ اے شیطان! جو میرے بندوں پر غلبہ نصیب نہیں ہوگا۔ جس کا مطلب یہ ہے کہ وہ دیکھتے بھی ہیں، پہچانتے بھی ہیں، جانتے بھی ہیں، اس لئے یہ جو ذکر فرمایا گیا کہ نہیں دیکھ سکتے، یہ غافل لوگوں کا ذکر ہے۔ عامۃ الناس کا ذکر ہے لیکن اگر تم جستجو کی کوشش کرو، پہچان کی کوشش کرو۔ خدا سے تعلق ہو اور دُعا کرتے ہوئے کوشش کرو تو شیطان اپنی ہر کمین گاہ میں ننگا ہو سکتا ہے۔ ہر جگہ پہچانا جا سکتا ہے۔

منافقت کی باتیں بہت ہوتی ہیں۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہ وسلّم نے

منافق کی ایک پہچان

بیان فرمائی۔ آپ نے چار باتیں بیان فرمائیں کہ یہ اگر کسی میں پائی جائیں تو وہ منافق ہے۔ اوّل جب بات کرے تو جھوٹ بولے۔ دوسرے جب وعدہ کرے تو وعدہ خلافی کرے۔ تیسرے جب جھگڑا کرے تو گالیاں بکے۔ چوتھے جب عہد کرے تو عہد شکنی کرے۔

ایک جگہ تین باتیں بھی بیان ہوئی ہیں۔ وعدے کرے تو وعدہ خلافی کرے، اور عہد کرے تو عہد شکنی کرے، یہ دراصل ایک ہی بات کی دو شاخیں ہیں جن دونوں میں ایک باریک فرق ہے، ورنہ بنیادی طور پر ایک ہی بات ہے۔

مجھے یاد ہے کہ جنوبی افریقہ کی عدالت میں جب احمدی گواہ پر مدّمقابل نے ایک دفعہ یہ الزام لگایا کہ تم منافق ہو اور جماعت احمدیہ منافق ہے۔ یہ اوپر سے کلمہ پڑھتی ہے اور اندر سے کچھ اور سوچتی ہے تو انہوں نے یہی حدیث پیش کی اور اس کا سہارا لے کر عدالت کے سامنے اُس کے چھکے چھڑا دیئے۔ انہوں نے فرمایا کہ احمدی سوسائیٹی بھی یہاں موجود ہے۔ تمہاری سوسائیٹی جس کو تم غیر منافق کہہ رہے ہو وہ بھی موجود ہے۔ میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہ وسلم کی پیش کردہ تین نشانیاں تمہارے سامنے رکھتا ہوں عدالتِ عالیہ کا کام ہے کہ دونوں سوسائیٹیوں کا جائزہ لے کر دیکھے کہ کونسی منافق سوسائیٹی ہے اور کونسی نہیں۔ (۱) جب بات کرے تو جھوٹ بولے۔ (۲) جب بحث کرے تو گالیاں بکنا شروع کر دے اور (۳) جب وعدہ کرے تو وعدہ خلافی کرے۔ تو اللہ تعالیٰ کے فضل سے اسی دلیل کے نتیجہ میں اُسے بہت بڑی فتح نصیب ہوئی کیونکہ وہاں کی سوسائیٹی کی جو عام بُرائیاں ہیں وہ سب کو معلوم ہیں اور بدنصیبی سے ان لوگوں میں جو ان کے مدّمقابل تھے یہ تینوں باتیں پائی جاتی ہیں۔

حضرت عبداللہ بن عامرؓ بیان فرماتے ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہ وسلم ایک دن ہمارے گھر میں موجود تھے کہ میری امی نے مجھے یہ کہا کہ آؤ تمہیں کچھ دیتی ہوں (عام طور پر مائیں یا بعض دفعہ باپ بھی کسی بچے کو مجلس سے اُٹھانا ہو تو کوئی بہانہ بنا کر اُٹھا دیتے ہیں اور چھوٹے بچے کو کہا جائے کہ آؤ میں تمہیں کچھ دوں تو وہ فوراً اُٹھ جائیگا ورنہ اُس وقت جب کہ بچہ خاص طور پر آنحضور صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہ وسلم کی مجلس میں بیٹھا ہوا تھا تو اُس کے لئے اُٹھنا بڑا مشکل تھا تو ماں نے کہا کہ آؤ میں تمہیں کچھ دیتی ہوں) تو معاً آنحضور صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہ وسلم نے ماں کو مخاطب کر کے فرمایا کہ کیا دینے کا ارادہ ہے؟ تو ماں نے کہا کہ حضورؐ! میں کھجور دوں گی۔ آپؐ نے فرمایا: اگر تو اسے کچھ نہ دیتی تو تجھ پر جھوٹ لکھا جاتا۔

(سنن ابی داؤد۔ کتاب الآداب)

دیکھیں! کتنی باریک باتوں میں آنحضور صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہ وسلم نے کتنی گہری توجہ سے تربیت فرمائی ہے۔ ہمارے گھروں میں جو روز مرّہ جھوٹ کی فیکٹریاں لگی ہوئی ہیں وہاں ابتداء میں خام مال اسی طرح تیار ہوتا ہے۔ مائیں بھی اور

باپ بھی اور بڑی بہنیں بھی اور بھائی بھی چھوٹے بچوں سے جھوٹے وعدے کر لیتے ہیں کہ آؤ! میں تمہیں یہ دوں گا۔ آؤ! ابھی تمہارا یہ کام کر دوں گا۔ اور اکثر جھوٹ ہوتا ہے یہاں تک کہ بچے پھر اپنے ماں باپ کی ذہنیت کو خوب اچھی طرح سمجھ جاتے ہیں اور ان پر قطعی کوئی اعتبار نہیں کرتے۔ اس وقت وہ سچ کی نمائندگی کر رہے ہوتے ہیں۔ اور ماں باپ جھوٹ کی نمائندگی کر رہے ہوتے ہیں۔ لیکن بدنصیبی یہ ہے کہ جب بڑے ہوتے ہیں تو پھر یہ معاملہ اُلٹ جاتا ہے۔ ماں باپ جھوٹے بھی ہوں تو توقع یہی نیک رکھتے ہیں۔ بچے شروع میں بظاہر سچ کی نمائندگی کر رہے ہوں لیکن بالآخر بڑے ہو کر جھوٹے بن جاتے ہیں، جن کی تربیت اسی رنگ میں ہو وہ جھوٹ اختیار کر جاتے ہیں۔ اس وقت پھر ماں باپ واویلا کرتے ہیں کہ ہائے تجھے کیا ہو گیا۔ تو کیا نکلا۔ میں تو تجھے نیک دیکھنا چاہتا تھا یا نیک دیکھنا چاہتی تھی۔ اگر نیک دیکھنا چاہتے تھے تو ویسے اعمال کرتے، ویسی تربیت کرتے جیسا چاہیے تھے۔

لیکن روزمرہ کی زندگی میں عملاً یہ چھوٹی چھوٹی باتیں ہیں جو دلوں میں نیکیوں میں جھوٹ کے پودے لگا رہی ہوتی ہیں اس وقت وہ دکھائی نہیں دیتے۔ نشوونما پاتے ہیں۔ بڑے ہوتے ہیں۔ تناور درخت بن جاتے ہیں اور ہماری سوسائٹی جھوٹ کے سائے تلے آجاتی ہے۔ پس دیکھئے! حضور اکرم صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہ وسلم نے کتنی پاکیزہ اور کیسی سادہ نصیحت فرمائی ہے۔ فرمایا کہ اگر تو کچھ نہ دیتی۔ تیری نیت میں یہ نہ ہوتا تو تجھ پر جھوٹ لکھا جاتا۔ جس کا مطلب ہے کہ یہ معمولی معمولی چھوٹے چھوٹے عذر بھی خدا کے نزدیک جھوٹ لکھے جاتے ہیں۔ اور انسان کا نامہ اعمال اسی طرح سیاہ ہوتا چلا جاتا ہے۔

بہت پُرانی بات ہے ایک دفعہ قادیان میں

ایک ماں باپ اپنے بچے کے ساتھ سیڑھیاں چڑھ رہے تھے، میں پیچھے پیچھے تھا۔ بچے کے ہاتھ میں ایک پونڈا گنا تھا جو ذرا لمبا تھا۔ اس لئے وہ کونوں پر آکر جگہ جگہ اٹکتا تھا تو ماں نے کہا کہ مجھے پکڑا دو۔ میں تجھے اوپر جا کر یا نیچے جا کر یہ دوں گی جلدی میں تھی تو بچے نے کہا کہ ہاں ہاں! میں آپ کو اچھی طرح جانتا ہوں کچھ کھا کر ہی دو گی اسی طرح نہیں دیں گی۔ اب وہ ماں کی عادت سے واقف تھا اور پہچان گیا تھا۔ بچے بڑے ذہین ہوتے ہیں۔ ماں باپ سمجھتے ہیں کہ ہم بہلا کر کے دھوکہ دے دیں گے۔ دھوکہ نہیں دے سکتے۔ وہ اپنے نفس کو دھوکہ دیتے ہیں اور جس بدعادت کا معاملہ وہ بچے سے کرتے ہیں وہ بچہ پھر آئندہ اپنی نسلوں سے اسی بدعادت کا معاملہ کرتا ہے اور اپنے ملنے جلنے والوں سے اپنے تعلقات کے دائرے میں اسی بدعادت کو پھیلاتا ہے۔

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ بیان کرتے ہیں کہ آنحضور صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہ وسلم نے فرمایا: بدترین آدمی تم اس کو پاؤ گے جو ذوالوجہین ہو۔ جس کے دو چہرے ہوں۔ سوسائٹی میں یہاں بیٹھتا ہے تو اور چہرہ بنا لیتا ہے۔ وہاں بیٹھتا ہے تو اور چہرہ بنا لیتا ہے۔ کسی ایک جگہ جاتا ہے تو اس کے دشمنوں کے خلاف باتیں شروع کر دیتا ہے۔ دوسروں کے پاس جاتا ہے تو اس پہلے کے خلاف باتیں شروع کر دیتا ہے۔ ایسے تو ایسے شخص ہیں جو سوسائٹی میں نفرتیں بوتے اور بہت سی برائیوں کو پیدا کرنے والے ہوتے ہیں۔ تو وہ شخص بڑا جھوٹا، منافق اور چغلخور ہے۔ پس یہ تینوں بیماریاں اس عادت سے نکلتی ہیں۔

(مسلم: صحیح مسلم کتاب البر والصلۃ باب ذم ذی الوجہین)

پھر آنحضور صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہ وسلم نے آخری نکتہ کی بات یہ بیان فرمائی کہ کوئی شخص اس وقت تک کامل ایمان حاصل نہیں کر سکتا جب تک کہ وہ مزاح میں بھی جھوٹ کو ترک نہیں کر دیتا۔

یہ بہت ہی پاکیزہ بیان ہے اور ایک ایسا لطیف بیان ہے جسے پڑھ کر روح وجد میں آتی ہے۔ ظاہر بات ہے کہ اگر مزاح میں جھوٹ کی ملونی نہ ہو تو یہ صرف اسی صورت میں ممکن ہے کہ مزاج جھوٹ سے کلیۃً پاک ہو چکا ہو۔ گویا فرمایا کہ ایمان میں کامل نہیں ہو سکتا جب تک جھوٹ سے ایسی نفرت نہ ہو کہ جھوٹ سے نفرت اُس کے مزاج کا حصہ بن چکی ہو۔ مجھے یاد ہے کہ اس لحاظ سے بچپن میں میری طبیعت پر جو سب سے زیادہ اثر تھا وہ حضرت اماں جان رضی اللہ تعالیٰ عنہا کا تھا۔ ان کے کردار میں سچائی ایسی گہرائی سے ثبت تھی کہ ناممکن تھا کہ جھوٹ کا کوئی معاملہ ان کے قریب تک پہنچے۔ بات بھی سچی، کردار بھی سچا۔ بچوں میں سچائی دیکھنے والیں۔ اور ان کے ماحول میں جھوٹ پنپ ہی نہیں سکتا تھا۔ کسی کی مجال نہیں تھی کہ آپ کے سامنے کوئی جھوٹی بات کرے۔ تو یہ حدیث پڑھتے ہوئے فوراً جو ایک وجود میرے سامنے اُبھرا ہے وہ حضرت اقدس اماں جان رضی اللہ تعالیٰ عنہا کا تھا اور حضرت اماں جانؓ اس پہلو سے حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی صداقت کی ایک زندہ گواہ تھیں جو آخری دم تک گواہ رہیں اور آئندہ آپ کی یادیں ہمیشہ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی صداقت کی گواہ رہیں گی۔ جس کی بیوی اپنے خاوند کی تربیت میں ایسی ہو چکی ہو اس کا خاوند کتنا سچا ہوگا کیونکہ یہ ہو ہی نہیں سکتا کہ خاوند جھوٹا ہو اور بیوی اس کی ہم مزاج ہو، اس کی مؤید ہو اور پھر جھوٹی نہ ہو۔ اگر خاوند جھوٹا ہو اور بیوی اس کی تائید کرتی ہے، اس کی باتوں کو سچا کہتی ہے تو لازماً وہ جھوٹی ہے اور اگر وہ سچی ہے تو ناممکن ہے کہ خاوند جھوٹا ہو۔ پس ایسا مزاج پیدا کریں کہ مزاج میں سچ داخل ہو جائے۔ ایسا مزاج پیدا کریں کہ مزاج میں جھوٹ سے نفرت ہو جائے۔ یہاں تک کہ خاوند اپنی بیویوں کے حق میں گواہی دے کہ وہ صدیق ہیں اور بیویاں اپنے خاوندوں کے حق میں گواہی دیں کہ وہ صدیق تھے۔ ایسے ہی لوگوں کی نسلوں میں پھر سچائی پیدا ہوتی ہے۔ یہی وجہ ہے کہ حضرت اماں جانؓ کی ساری اولاد میں (یہی وجہ سے یہ مراد نہیں کہ صرف حضرت اماں جانؓ کی وجہ سے بلکہ مراد یہ ہے کہ والدین کی طرف سے جو ورثہ آیا ہے اس میں) سب سے زیادہ نمایاں کردار یہ تھا کہ جھوٹ برداشت نہیں تھا۔ بعض نسبتاً زیادہ متحمل تھے۔ وہ نرمی سے عفو اور درگزر سے کام لیتے لیکن جھوٹ سے اپنی نفرت کو ضرور ظاہر کرتے تھے لیکن بعض کھل کر اور بعض دفعہ بڑی سختی سے جیسے

حضرت مصلح موعودؓ کی عادت تھی کہ جھوٹ برداشت ہی نہیں تھا۔

کسی بچے سے معمولی سا جھوٹ بھی ظاہر ہو تو بعض دفعہ بھڑک اٹھتے تھے بعض دفعہ سخت سزا دیتے تھے۔ بعض دفعہ سخت الفاظ استعمال فرماتے تھے۔ دل کے حلیم تھے لیکن زبان سے بعض دفعہ تلخی بھی ظاہر ہوتی تھی۔ حضرت مرزا بشیر احمد صاحب جو آپ کے چھوٹے بھائی تھے ان سے کسی نے شکایت کی کہ الہام میں تو ہے دل کا حلیم ہوگا مگر دیکھیں حضرت صاحب مجھ پر کتنا ناراض ہوئے تو حضرت میاں بشیر احمد صاحب نے مسکرا کر فرمایا کہ سوچو تو سہی دل کا حلیم کہا گیا ہے۔ آپ نے فرمایا میں جانتا ہوں کہ ناراض ہوتے ہیں تو خود دل اندر سے کٹ رہا ہوتا ہے اور پھر اس کے بعد ایسی دلداری کرتے ہیں کہ ناراضگی کے سارے غم بھول جاتے ہیں۔ تو جو دل کے حلیم تھے وہ زبان پر جھوٹ کے خلاف سخت الفاظ بھی استعمال کرتے تھے۔ جو زبان کے بھی حلیم تھے وہ نفرت تو کرتے تھے مگر اس طرح کھل کر اپنی نفرت کا اظہار نہیں کیا کرتے تھے مگر دیکھنے والے کو سمجھ آجاتی تھی کہ اس کی طبیعت منغض ہو گئی ہے تو یہ سچ سے پیدا ہوگا۔ سچوں کے ہاں سچے بچے پیدا ہوتے ہیں سوائے اس کے کہ پھر معاشرہ ان کو تباہ کر دے۔ اللہ تعالیٰ گندے معاشرے سے بھی بچائے۔ اسی لئے میں کہتا ہوں کہ سارا معاشرہ سچا کر دو۔ ایسا سچا کر دو کہ ہر احمدی بچے کے لئے نسلاً بعد نسلٍ سچا ماحول اس بات کی ضمانت پیدا کرے کہ ہر آنے والی نسل سچی پیدا ہو۔ خدا کرے کہ ایسا ہی ہو۔ اس کے بغیر ہم تبتّل الی اللہ اختیار نہیں کر سکتے۔ اس کے بغیر ہم دنیا کو توحید سے نہیں بھر سکتے۔ خدا تعالیٰ ہمیں اس کی توفیق عطا فرمائے۔ (نوٹ: خطبہ ھٰذا مرتبہ مکرم منیر احمد صاحب جاوید ادارہ بدر اپنی ذمہ داری پر شائع کر رہا ہے)

بدر کی اشاعت جماعت کے ہر فرد کا قومی فریضہ ہے! (مینیجر بدر)

مدلل و مسکت جوابات

(قسط نمبر ۹)

راہِ ھدیٰ

تحریر ـــــــ ایم ـ کے خالد

دیوبندی عالم محمد یوسف صاحب لدھیانوی کے رسالہ "قادیانیوں کو دعوتِ اسلام" کے جواب میں

(ادارہ)

معراجِ نبویؐ

صحیح بخاری میں لکھا ہے کہ حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے معراج کے واقعات بیان کرنے کے بعد فرمایا "فَاسْتَيْقَظَ وَهُوَ فِي الْمَسْجِدِ الْحَرَامِ"۔
(بخاری کتاب التوحید باب وقولہ کلّم اللہ موسیٰ تکلیماً)
کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پھر بیدار ہو گئے اور آپ اس وقت مسجد حرام میں تھے ۔ مندرجہ بالا حوالہ جات اس امر کے ثبوت کے لئے کافی ہیں کہ کوئی شریف النفس مسلمان حضرت مرزا صاحب کے معراجِ جسمانی کے انکار سے ان پر کفر و الحاد کے تیروں سے یلغار نہیں کر سکتا۔ کیونکہ اس کی اِس یلغار کی زد میں حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا حضرت معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ۔ حضرت حذیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ ۔حضرت حسن بصری رحمۃ اللہ علیہ بھی آجائیں گے ۔ اس طرح سوائے اس کے کہ وہ خود اپنی بدبختی پر مہر ثبت کرے اس کو کچھ بھی حاصل نہیں ہو سکتا ۔ باقی رہ گئی یہ بات کہ مرزا صاحب کہتے ہیں کہ مجھے بھی اعلیٰ درجہ کے کشف ہوتے رہے ہیں تو یہ کوئی قابلِ اعتراض امر نہیں ہے ۔ اس سے پہلے یہ بحث گذر چکی ہے کہ ہر دَور میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے سچے اُمتیوں کو رؤیا وکشوف اور الہامات سے نوازا گیا ہے ۔ نعوذ باللہ اس کا یہ مطلب نہیں نکل سکتا کہ سب کے سب لوگ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی برابری کرنے اور شریک ہونے کے دعویدار تھے ۔ ہم بار بار قارئین کو متوجہ کرنا چاہتے ہیں کہ یہ مولوی صاحب کا افتراء ہے ۔ ہم حضرت مرزا صاحب کو ہرگز ہرگز آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا ہم پلہ اور برابر نہیں سمجھتے۔ اگر کوئی حضرت مرزا صاحب کے دل کی کیفیت معلوم کرنا چاہتا ہے تو اُسے چاہیئے کہ نظم و نثر میں آپ کا وہ کلام پڑھے جو اپنے آقا و مولیٰ حضرت محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم کے عشق و محبت میں ڈوبا ہُوا لافانی و لاثانی کلام ہے ۔ آپ فرماتے ہیں :۔

"ہم نے ایک ایسے نبی کا دامن پکڑا ہے جو خدا نما ہے ۔ کسی نے یہ شعر بہت ہی اچھا کہا ہے ۔

محمدِ عربی بادشاہِ ہر دو سرا
کرے ہے رُوحِ قدس جس کے در کی دربانی
اُسے خدا تو نہیں کہہ سکوں پہ کہتا ہوں
کہ اس کی مرتبہ دانی میں ہے خدا دانی

ہم کس زبان سے خدا کا شکر کریں جس نے ایسے نبی کی پیروی ہمیں نصیب کی جو سعیدوں کی ارواح کے لئے آفتاب ہے ۔ جیسے اجسام کے لئے سُورج ۔ وہ اندھیرے کے وقت ظاہر ہُوا اور دنیا کو اپنی روشنی سے روشن کر گیا ۔ وہ نہ تھکا نہ ماندہ ہُوا جب تک کہ عرب کے تمام حصّہ کو شرک سے پاک نہ کر دیا ۔ وہ اپنی سچائی کی آپ دلیل ہے ۔ کیونکہ اس کا نور ہر ایک زمانہ میں موجود ہے ۔ اور اُس کی سچی پیروی انسان کو یوں پاک کرتی ہے کہ جیسا ایک صاف اور شفاف دریا کا پانی میلے کپڑے کو ۔"
(چشمہ معرفت حصّہ دوم صفحہ ۲۸۹ ، روحانی خزائن جلد ۲۳ صفحہ ۳۰۲، ۳۰۳)

پھر فرماتے ہیں :۔
"ہم جب انصاف کی نظر سے دیکھتے ہیں تو تمام سلسلہ نبوت میں سے اعلیٰ درجہ کا جوانمرد نبی اور زندہ نبی اور خدا کا اعلیٰ درجہ کا پیارا نبی صرف ایک مرد کو جانتے ہیں یعنی وہی نبیوں کا سردار ۔ رسولوں کا فخر ۔ تمام مرسلوں کا سرتاج جس کا نام محمد مصطفےٰ احمد مجتبیٰ صلی اللہ علیہ وسلم ہے جس کے زیر سایہ دس دن چلنے سے وہ روشنی ملتی ہے جو پہلے اس سے ہزار برس تک نہیں مل سکتی تھی ..... سو آخری وصیّت یہی ہے کہ ہر روشنی ہم نے رسول نبی اُمی کی پیروی سے پائی ہے ۔ اور جو شخص اس کی پیروی کرے گا وہ بھی پائے گا ۔"
(سراج منیر صفحہ ۲ ۷ روحانی خزائن جلد نمبر ۱۲ صفحہ ۸۲)

پھر لکھتے ہیں :۔
"اگر مَیں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی اُمت نہ ہوتا اور آپ کی پیروی نہ کرتا تو اگر دُنیا کے تمام پہاڑوں کے برابر میرے اعمال ہوتے تو پھر بھی مَیں کبھی یہ شرف مکالمہ و مخاطبہ ہرگز نہ پاتا ۔"
(تجلیاتِ الٰہیہ صفحہ ۲۴ ، روحانی خزائن جلد ۲۰ صفحہ ۴۱۲ ، ۴۱۱)

پھر اپنے اُردو منظوم کلام میں فرماتے ہیں ؎

ہر طرف فکر کو دوڑا کے تھکایا ہم نے
کوئی دیں دینِ محمد سا نہ پایا ہم نے
کوئی مذہب نہیں ایسا کہ نشاں دکھلائے
یہ ثمر باغِ محمد سے ہی کھایا ہم نے
تیری اُلفت سے ہے معمور میرا ہر ذرہ
اپنے سینہ میں یہ اک شہر بسایا ہم نے

(آئینہ کمالات اسلام روحانی خزائن جلد ۵ صفحہ ۲۲۴ ، ۲۲۵)

پھر اپنے عربی منظوم کلام میں اپنے محبوب کا ان الفاظ میں ذکر فرماتے ہیں ۔

اُنْظُرْ اِلَيَّ بِرَحْمَةٍ وَّتَحَنُّنٍ
يَا سَيِّدِيْ اَنَا اَحْقَرُ الْغِلْمَانِ

(اے میرے محبوب) مجھ پر رحمت اور شفقت کی نظر کیجئے ۔ اے میرے آقا میں آپ کا ناچیز غلام ہوں ۔

مِنْ ذِكْرِ وَجْهِكَ يَا حَدِيْقَةَ بَهْجَتِيْ
لَمْ اَخْلُ فِيْ لَحْظٍ وَّلَا فِيْ اٰنٍ

اَے میری خوشی اور مسرت کے چشمے ! میں کسی لحظہ اور کسی وقت آپ کے ذکر سے خالی نہیں ہوتا ۔

اپنے فارسی منظوم کلام میں اپنے آقا سے عشق کا اظہار کرتے ہوئے فرماتے ہیں ۔

سرے دارم فدائے خاکِ احمد
دِلم ہر وقت قربانِ محمد

(تریاق القلوب روحانی خزائن جلد نمبر ۱۵ صفحہ ۳۸۳)

میرا سر احمد صلی اللہ علیہ وسلم کی خاک پر فدا ہے ۔ اور میرا دِل ہر وقت آپ پر قربان ہے ۔

دِگر اُستاد را نامے ندانم
کہ خواندم در دبستانِ محمد

(تریاق القلوب صفحہ ۲۱۸ روحانی خزائن صفحہ ۳۸۳ جلد نمبر ۱۵)

مجھے کسی اَور اُستاد کا نام معلوم نہیں کیونکہ مَیں نے محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے مدرسہ سے تعلیم حاصل کی ہے ۔

آپ تو آنحضرتؐ کے مقابل پر اپنی حقیقت ہی کوئی نہیں سمجھتے بلکہ جو کچھ آپ نے پایا سب آنحضرتؐ کا ہی فیض قرار دیتے ہیں ۔

"عقیدہ نمبر ۱۱"

اِس عنوان کے تحت لدھیانوی صاحب لکھتے ہیں ۔
"قرآنی عقیدہ ہے کہ اللہ تعالیٰ اور اس کے فرشتے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر دُرود بھیجتے ہیں مگر قادیانی عقیدہ ہے کہ خُدا عرش پر مرزا صاحب کی تعریف کرتا ہے اور اس پر درود بھیجتا ہے ۔" (صفحہ ۲۰)

یہاں لدھیانوی صاحب نے حسبِ عادت ایک تو اپنی اسی کمینگی کو دہرایا ہے کہ سراسر ظلم اور تعدّی کی راہ سے جماعت احمدیہ کی طرف عقیدے بنا کر منسوب کرتے چلے جا رہے ہیں ۔ ایک بھی احمدی یہ عقیدہ نہیں رکھتا کہ خدا تعالیٰ اور اُس کے فرشتے ہمارے آقا و مولیٰ سیّد الانبیاء حضرت محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم پر نہیں بلکہ حضرت مرزا صاحب پر سلام اور دُرود بھیجتے ہیں ۔ دوسرے نمبر پر لدھیانوی صاحب نے اس دجل سے کام لیا ہے کہ گویا قرآنِ کریم کی تعلیم کے مطابق اللہ تعالیٰ اور اُس کے فرشتے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر دُرود اور سلام بھیجتے ہیں ۔ لیکن آپ کے اُمتیوں کی طرف اس بات کو منسُوب کرنا گویا قرآنِ کریم کے خلاف ہے اور کلمۂ کُفر ہے ۔ پتہ نہیں یہ مولوی صاحب کس مدرسے میں قرآن پڑھے ہیں ۔ یا کتنی بار قرآن پڑھے ہیں جن کو اِس آیت کا علم ہی نہیں کہ جس میں اللہ تعالیٰ اُمّتِ محمدیہ کو مخاطب کر کے فرماتا ہے هُوَ الَّذِيْ يُصَلِّيْ عَلَيْكُمْ وَمَلٰٓئِكَتُهٗ لِيُخْرِجَكُمْ مِّنَ الظُّلُمٰتِ اِلَى النُّوْرِ وَكَانَ بِالْمُؤْمِنِيْنَ رَحِيْمًا
(احزاب آیت نمبر ۴۴)

کہ اللہ تعالیٰ اور اس کے فرشتے سب مومنوں پر دُرود بھیجتے ہیں ۔ تاکہ وہ اندھیروں سے روشنی میں نکلیں ۔ گویا عرش کا خدا اور اس کے فرشتوں کا سب سچے مومنوں پر دُرود بھیجنا نہ صرف یہ کہ قرآن سے ثابت ہے بلکہ اس دُرود کے نتیجہ میں قسما قسم کی ظلمتوں سے نِکل کر نُور میں داخل ہوتے ہیں ۔ پس اگر لدھیانوی صاحب کی یہ بدنصیبی ہے کہ نہ انہیں ایسے مومنوں کا علم ہے کہ خدا اور اس کے فرشتے جن پر دُرود بھیجتے ہیں اور نہ کبھی خود خدا اور اس کے فرشتوں کے دُرود کے مُورد بنے ہیں تو ہمیشہ کے اندھیروں کی جو زندگی انہوں نے قبول کر لی ہے انہیں کو مُبارک ہو ۔

جہاں تک رسُول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر خدا کے دُرود کا تعلّق ہے وہ تو مومنوں پر دُرود سے بہت ارفع و اعلیٰ ہے اور حسب مراتب اپنی ایک الگ شکل رکھتا ہے ۔ چنانچہ حضرت مرزا صاحب فرماتے ہیں :۔

"دُنیا میں کروڑہا ایسے پاک فطرت گزرے ہیں اور آگے بھی ہوں گے لیکن ہم نے سب سے بہتر اور سب سے اعلیٰ اور سب سے خُوب تر اُس مردِ خدا کو پایا ہے جس کا نام ہے محمد صلی اللہ علیہ و آلہٖ وسلم ۔ اِنَّ اللّٰهَ وَمَلٰٓئِكَتَهٗ يُصَلُّوْنَ عَلَى النَّبِيِّ يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا صَلُّوْا عَلَيْهِ وَسَلِّمُوْا تَسْلِيْمًا ۔"
(چشمۂ معرفت روحانی خزائن جلد نمبر ۲۳ صفحہ ۳۰۱)

"عقیدہ نمبر ۱۲"

لدھیانوی صاحب اِس عنوان کے تحت لکھتے ہیں :۔
"مسلمانوں کا عقیدہ ہے کہ آنحضرت صلی اللہ

علیہ وسلم کا وجودِ گرامی باعثِ تخلیقِ کائنات ہے۔ آپ کا وجود باجود نہ ہوتا تو کائنات وجود میں نہ آتی۔ لیکن قادیانیوں کا عقیدہ ہے کہ کائنات صرف مرزا غلام احمد صاحب کی خاطر پیدا کی گئی ہے۔ وہ نہ ہوتے تو نہ آسمان و زمین وجود میں آتے نہ کوئی نبی ولی پیدا ہوتا۔ چنانچہ مرزا صاحب کا الہام ہے لَوْلَاکَ لَمَا خَلَقْتُ الْاَفْلَاکَ (حقیقۃ الوحی صفحہ ۹۹) یعنی اگر میں تجھے پیدا نہ کرتا تو آسمانوں کو پیدا نہ کرتا۔“ (صفحہ ۲۰)

معزز قارئین!

اس حدیثِ قدسی کا ایک تو ظاہر و باہر معنی یہ ہے کہ تمام کائنات حجر و شجر اور تمام تر مخلوقات پیدا کرنے کا اعلیٰ و ارفع مقصد خلیفۃ اللہ حضرت محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم کو پیدا کرنا تھا۔ اور اگر یہ اعلیٰ و ارفع مقصد پیشِ نظر نہ ہوتا تو یہ ساری پیدائش عبث جاتی۔ یہ وہ معانی ہیں جن پر سو فیصدی بغیر کسی استثناء اور بغیر کسی تاویل کے حضرت مسیح موعود علیہ السلام ایمان لائے تھے۔ اور جماعتِ احمدیہ کا بھی انہی معنوں پر مکمل غیر مشروط ایمان ہے۔

یہ امر کہ مولوی صاحب بالارادہ فریب کاری سے کام لے رہے ہیں۔ اس ایک بات سے ہی قطعی طور پر ثابت ہو جاتا ہے کہ حضرت مرزا صاحب نے حقیقۃ الوحی کے جس صفحہ پر یہ الہام درج فرمایا ہے اور جس کا حوالہ لدھیانوی صاحب نے دیا ہے اس صفحہ پر اس الہام کی حسب ذیل تشریح درج ہے۔ جو یقیناً مولوی صاحب نے پڑھی ہوگی۔ اور اس کے باوجود ظالمانہ حملے کرنے سے باز نہیں آئے۔ جس شخص کو کوئی الہام ہوتا ہے وہی اس کے معنے بتانے کا سب سے اوّل اہل اور حقدار ہے۔ وہی اس کے معنوں کو صحیح سمجھتا ہے۔ اور اس کے برعکس تشریح کر کے اس کی طرف منسوب کرنے کا ہرگز کوئی مجاز نہیں۔ لیکن افسوس کہ اس لدھیانوی مولوی نے اپنی خصلت بنا رکھی ہے کہ پہلے ایک غلط توجیہہ اور عقیدہ کسی کی طرف ناحق منسوب کرتے ہیں اور پھر بے باکانہ حملہ شروع کر دیتے ہیں۔ اب قارئین وہ تشریح پڑھیں۔

حضرت مرزا صاحب اس کی تشریح میں فرماتے ہیں:—

”ہر ایک عظیم الشان مصلح کے وقت میں روحانی طور پر نیا آسمان اور نئی زمین بنائی جاتی ہے یعنی ملائک کو اس کے مقاصد کی خدمت میں لگایا جاتا ہے۔ اور زمین پر مستعد طبیعتیں پیدا کی جاتی ہیں پس یہ اسی کی طرف اشارہ ہے۔“

(حقیقۃ الوحی حاشیہ صفحہ ۹۹ طبع اوّل، روحانی خزائن جلد نمبر ۲۲ حاشیہ صفحہ ۱۰۲)

اس حوالے میں مزید قابلِ غور بات یہ ہے کہ حضرت مرزا صاحب کے نزدیک ان معنوں کا محدود اطلاق صرف آپؑ پر ہی نہیں بلکہ تمام انبیاء اور مامورین پر ہوتا ہے۔ اس ضمن میں ہم حضرت سید عبد القادر جیلانی علیہ الرحم کا یہ قول ہدیۂ قارئین کرتے ہیں تاکہ مولوی صاحب کے فاسدانہ خیالات کا موازنہ بزرگانِ سلف سے کر کے حقیقتِ حال کو سمجھ جائیں۔

حضرت عبد القادر جیلانی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:—

هم شحن البلاد والعباد بهم يدفع البلاء عن الخلق وبهم يمطرون وبهم يمطر الله السماء وبهم تنبت الارض۔

(الفتح الربانی مجلس نمبر ۱۲ صفحہ ۷۱، ملک چنن الدین تاجر کتب کوچہ ککے زیاں کشمیری بازار لاہور)

یعنی اولیاء اللہ کی وجہ سے آسمان بارش برساتا اور زمین نباتات اُگاتی ہے اور وہ ملکوں اور انسانوں کے محافظ ہیں انہیں کی وجہ سے مخلوقات پر سے بلا ٹلتی ہے۔

(باقی آئندہ)

مُلک کے دانشور طبقہ سے جماعت احمدیہ کی اپیل — بقیہ صفحہ اوّل

اس عاشقِ رسولؐ کے دل کی اس کیفیت کے مقابل پر اپنے دل کے غیظ و غضب پر نظر ڈالیں اور سچے دل سے موازنہ کرنے کی کوشش کریں کہ کون آنحضور صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہٖ وسلم سے سچی محبت رکھتا ہے۔

دوم: ہم پر یکطرفہ جھوٹے الزامات کا سلسلہ سو سال سے جاری ہے لیکن کتنے علماء آپ میں سے ایسے ہیں جن کو حضرت مرزا صاحب کی کتب کا براہِ راست مطالعہ کرنے کی توفیق ملی ہے۔ اور اگر ملی ہے تو بغض و حسد کی نظر سے مطالعہ کرنے کی توفیق ملی ہے یا انصاف اور تقویٰ کی نگاہ سے۔ جہاں تک نہایت ظالمانہ جھوٹے الزامات کا تعلق ہے کہ نعوذ باللہ جماعتِ احمدیہ حضرت مرزا صاحب کو آنحضور صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہٖ وسلم سے آزاد رسول مانتی ہے جس پر قرآن سے باہر نئے شرعی احکام نازل ہوئے یا آنحضور صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہٖ وسلم سے کسی پہلو سے بھی برتر اور افضل مانتی ہے یا آپؐ کا ہم پلہ اور مقام میں آپؐ کے برابر تسلیم کرتی ہے تو اس ظلم و افتراء کے جواب میں بارہا جماعت کی طرف سے یہ چیلنج دیا گیا ہے کہ خدا تعالیٰ کو حاضر ناظر جان کر اس معاملہ میں ہم سے مُباھلہ کر لو لیکن ہندوستان کے کتنے علماء ہیں جنہوں نے اس معاملہ پر مباہلے کی جسارت کی ہے۔ پس کتنا بڑا ظلم ہے کہ ایک طرف تو بغیر ذاتی تفصیلی مطالعہ کے سُنے سُنائے گندے بہتانوں پر اعتماد کر کے حضرت اقدس محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہٖ وسلم کے عشق میں فنا ایک فانی فی اللہ کو گندے ناموں سے یاد کیا جائے۔ اور اپنے بغض و عناد کا نشانہ بنایا جائے۔ اور دوسری طرف اس کے ماننے والوں کے خلاف ایسی کارروائیوں پر سادہ لوح مسلمانوں کو اُکسایا جائے جن کا آنحضور صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہٖ وسلم کے کردار سے کوئی دور کا بھی تعلق نہ ہو بلکہ وہ کارروائیاں اُن معاندین کی یاد دلاتی ہوں جو آنحضور صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہٖ وسلم کے خلاف ایسی ہی گھٹیا باتوں پر عوام الناس کو اُکساتے تھے۔ کیا آپ کے علم میں ایک بھی واقعہ ایسا ہے کہ نعوذ باللہ من ذٰلک آنحضور صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہٖ وسلم نے محض مذہبی اختلاف کی بناء پر اپنے عشاق صحابہؓ کو یہ تعلیم دی ہو کہ جھولیوں میں پتھر بھرو اور زبان پر گندی گالیاں سجاؤ اور ابو جہل اور عتبہ اور شیبہ کو اتنی گالیاں دو کہ فضا آلودگی سے بھر جائے اور اس طرح گلیوں میں جہاں بھی تم کبھی کسی غیر مسلم کو دیکھو تو اس پر مغلظات کی بوچھاڑ کر دو۔ اور بس چلے تو پتھر مارو۔ ہو سکے تو گھر لوٹو اور اُن کی عبادت گاہوں کو آگ لگا دو۔

یہ تو محض چند نمونے ہیں آپ لوگوں کے کردار کے جو اس وقت آپ سے رونما ہو رہے ہیں۔ لیکن پاکستان جا کر دیکھیں جہاں کھلی چھٹی ہے تو جو نقشہ نظر آتا ہے وہ سو فیصد وہی ہے جو معاندینِ حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہٖ وسلم نے آپؐ کے اور آپؐ کے ماننے والوں کے خلاف استعمال کیا۔ وہاں احمدیوں کو کلمہ پڑھنے کی اجازت نہیں۔ مسلمان کہلانے کی اجازت نہیں۔ عبادت کرنے کی اجازت نہیں۔ کھلے عام نمازیں پڑھنے کی اجازت نہیں۔ مسجدیں بنانے کی اجازت، اذان دینے کی اجازت نہیں۔ حج کرنے کی اجازت نہیں۔

آپ لوگ بڑے بڑے علماء کہلاتے ہیں۔ کبھی اپنے علم تاریخ کے دامن میں سر جھکا کر دیکھیں تو سہی کہ ایسے پاک نمونے اس سے پہلے تاریخ میں کب ظاہر ہوئے تھے۔ اور کن کی طرف سے ظاہر ہوئے تھے۔ کیا یہ تمام باتیں اس سلوک کی یاد نہیں دلاتیں جو حضرت رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہٖ وسلم کے دشمن آپؐ سے اور آپؐ کے غلاموں سے روا رکھتے تھے۔ پس اگر تقویٰ کا کوئی بیج دل میں باقی ہے اور سچ کہنے کی جرأت ہے تو بتائیے کہ جماعتِ احمدیہ مسلمہ سے جو سلوک آپ لوگ روا رکھ رہے ہیں کیا یہ وہ سلوک ہے جو آنحضور صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہٖ وسلم اپنے دشمنوں سے روا رکھتے تھے یا یہ وہ سلوک ہے جو آنحضور صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہٖ وسلم کے دشمن آپؐ سے روا رکھتے تھے۔ اسی سوال کے جواب میں ہمارے درمیان دو ٹوک فیصلہ ہو جاتا ہے۔

آخر پر ہم یہ مؤدبانہ درخواست کرتے ہیں کہ اگر حضرت مرزا صاحب کی کتب اور سلسلہ کے لٹریچر کے تفصیلی مطالعہ کا کسی کو وقت یا دماغ میسر نہ آئے تو صرف یکطرفہ انتہائی ظالمانہ افتراء پردازی پر مشتمل لٹریچر پڑھنے کے ساتھ ساتھ ان مختصر رسالوں کا بھی تو مطالعہ کریں جو جماعتِ احمدیہ نے اپنے دفاع میں تحریر کئے ہیں تاکہ انصاف کے ساتھ دونوں طرف کے موقف کا موازنہ کرنے کا موقعہ ملے۔ پھر جو بھی فیصلہ کریں خدا کے حضور ہر فریق براہِ راست جوابدہ ہے۔ اور اصل فیصلہ تو احکم الحاکمین نے ہی کرنا ہے۔

اس ضمن میں ہم آپ کی خدمت میں سلسلہ وار کچھ رسالے بھجوانے کا ارادہ رکھتے ہیں۔ جن میں خصوصاً پاکستان سے چھپنے والے شدید معاندانہ لٹریچر میں سے ہر ایک رسالہ کو الگ الگ مدّ نظر رکھتے ہوئے اس میں مندرج اعتراضات کا نکتہ بہ نکتہ جواب دیا گیا ہے۔ ہم اُمید رکھتے ہیں کہ جہاں آپ یکطرفہ باتیں سُن کر سراسر اسلامی تعلیم کے خلاف ایک فریق کو یکطرفہ غیظ و غضب کا نشانہ بنا رہے ہیں وہاں ہمارے عاجزانہ توجہ دلانے پر فریقِ ثانی کی باتیں سُننے کا بھی حوصلہ دکھائیں گے۔ اور ہمارا جواب پڑھنے کے بعد پھر خدا تعالیٰ کو حاضر ناظر جان کر جو بھی فیصلہ اپنے تقویٰ کے مطابق کریں پھر آپ کا اور خدا کا معاملہ ہے اور مزید ہماری آپ سے کوئی بھی بحث باقی نہیں رہے گی۔

والسلام

درخواستہائے دُعا

(۱) ہمارے صدر جماعت کانپور اور جماعتہائے احمدیہ صوبہ یو۔پی کے امیر محترم حاجی محمد زاہد صاحب سولیجہ کے اچانک دل میں درد کی وجہ سے طبیعت ناساز ہے اور ہسپتال میں زیرِ علاج ہیں۔ احباب کرام سے اُن کی کامل شفایابی اور لمبی عمر کے لئے دُعا کی درخواست ہے۔ (خاکسار محمد سعید صدیقی۔ کانپور)

(۲) — محترم صاحبزادہ مرزا وسیم احمد صاحب ناظر اعلیٰ و امیر جماعت احمدیہ قادیان اپنی اہلیہ محترمہ سیدہ امۃ القدوس بیگم صاحبہ صدر لجنہ اماء اللہ بھارت کی آنکھوں کے معائنہ کے لئے مورخہ ۲۴ ستمبر ۹۲ء کو حیدر آباد تشریف لے گئے ہیں۔ احباب محترمہ سیدہ موصوفہ کی صحتِ کاملہ کے لئے دُعائیں جاری رکھیں۔ (ادارہ)

(۳) — مکرم مودود احمد صاحب جرمنی ہفتہ سے ہسپتال میں داخل ہیں۔ ڈاکٹروں نے دل کا آپریشن تجویز کیا ہے۔ آپریشن کی کامیابی اور صحت و سلامتی کے لئے احباب دُعا کریں۔ (عطیہ بدر میں پچاس روپے)

(عطاء الٰہی خان جرمنی)

چوتھی مجلسِ مشاورت بھارت

سیدنا حضرت خلیفۃ المسیح الرابع ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز کی منظوری سے اعلان کیا جاتا ہے کہ امسال چوتھی مجلسِ مشاورت بھارت کا انعقاد **۲۹ ر دسمبر ۱۹۹۲ء** کو قادیان میں ہوگا۔

امراء و صدر صاحبان سے گذارش ہے کہ

نمبر۱ قواعد کے مطابق نمائندگان کا انتخاب کرکے شوریٰ میں شرکت کے لئے بھجوائیں۔

نمبر۲ اس شوریٰ کے لئے تجاویز مقامی جماعتوں کی منظوری کے بعد ۳۰ ر اکتوبر ۱۹۹۲ء سے قبل سیکرٹری مجلسِ مشاورت کو بھجوا دیں۔ ۳۰ ر اکتوبر کے بعد ملنے والی تجاویز ایجنڈے میں شامل نہ ہوسکیں گی۔

مجلسِ شوریٰ میں تجاویز بھجوانے کے سلسلے میں اصولی راہنمائی فرماتے ہوئے سیدنا حضرت امیرالمومنین خلیفۃ المسیح الرابع ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز نے گزشتہ سال مجلسِ مشاورت بھارت منعقدہ ۲۹ ر دسمبر ۱۹۹۱ء سے خطاب کرتے ہوئے فرمایا تھا کہ:-

"دستور یہ ہے کہ شوریٰ کے لئے تجاویز شوریٰ کی تاریخوں سے بہت پہلے طلب کی جاتی ہیں۔ اور جماعتوں سے توقع کی جاتی ہے کہ صرف وہ ہر موصول شدہ تجویز کو آگے نہ بڑھائیں بلکہ مقامی طور پر پہلے غور کریں۔ اور غور کرکے اگر جماعت کے کسی فرد کی طرف سے آئی ہوئی تجویز کو اپنانا چاہے تو اپنا کر پھر جماعت کی طرف سے وہ تجویز مرکز کو بھجوائی جائے۔ پھر اگلی سطح پر مرکز میں صدر انجمن یا تحریکِ جدید جس کا بھی اس سے تعلق ہو وہ غور کرتے ہیں۔ اور یہ دیکھتے ہیں کہ تجویز بنیادی طور پر یہ اہلیت رکھتی ہے کہ نہیں کہ اسے شوریٰ میں پیش کیا جائے۔ وہاں سے اگر منظور ہو جائے تو پھر آگے شوریٰ میں پیش ہوتی ہے...... اگر شوریٰ کی تجاویز وقت پر موصول نہ ہوں تو بعد میں آنے والی تجاویز کو رد کر دیا جائے گا۔ اگر کوئی تجویز نہ آئے تو بے شک شوریٰ منعقد نہ ہو لیکن مجھے اطلاع کی جائے کہ کیوں ایسا واقعہ ہوا ہے۔ اگر شوریٰ منعقد کرنی ہے تو اپنی تمام مقدس روایات کے ساتھ، ان کا پورا احترام کرتے ہوئے منعقد کی جائے۔"

عہدیداران جماعت سے گزارش کی جاتی ہے کہ حضور انور کے ان ارشادات کو ملحوظ رکھتے ہوئے مجلسِ مشاورت کے لئے اپنی تجاویز ۳۰ ر اکتوبر ۹۲ء تک خاکسار کو بھجوا کر ممنون فرمادیں۔ (سیکرٹری مجلسِ مشاورت بھارت)

روحانی خزائن کے سیٹ کے خواہشمند متوجہ ہوں

سیدنا حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی معرکۃ الآراء تصانیف۔ ملفوظات اور مکتوبات و مجموعۂ اشتہارات پر مشتمل ۳۶ جلدیں اور تفسیر کبیر کی دس جلدیں ایک ایسا روحانی خزانہ ہے جس کا ہر گھر میں ہونا ضروری ہے۔

سیدنا حضرت خلیفۃ المسیح الرابع ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز نے ارشاد فرمایا ہے کہ ہندوستان کی جماعتوں سے معلوم کیا جائے کہ کتنے احباب روحانی خزائن کا سیٹ خریدنے کے خواہشمند ہیں۔ حضور انور کی منشاء ہے کہ اس کو ہندوستان ہی میں طبع کروا کر خواہشمند احباب کو مہیا کر دیا جائے۔

احباب جماعت ہائے احمدیہ ہندوستان سے درخواست ہے کہ وہ اپنا مطالبہ اپنے امیر/صدر صاحب جماعت کو نوٹ کروادیں تاکہ امراء و صدر صاحبان مجموعی طور پر اپنی جماعت کا آرڈر ناظر دعوۃ و تبلیغ قادیان کو بھجوا سکیں۔ کیونکہ کُل مطلوبہ تعداد کو ملحوظ رکھ کر اس کی طباعت کا تخمینہ اخراجات جلد حضور انور کی خدمت میں پیش کیا جانا ہے۔

ناظر دعوۃ و تبلیغ قادیان

روایتی زیورات جدید فیشن کے ساتھ

شریف جیولرز

اقصیٰ روڈ۔ ربوہ۔ پاکستان۔

پروپرائیٹرز:- حنیف احمد کامران، حاجی شریف احمد

PHONE:- 04524 - 649.

QURESHI ASSOCIATES

MANUFACTURERS, EXPORTERS, IMPORTERS.
HIGHLY FASHION LADIES MADE-UP,
OF 100% PURE LEATHER, SILK WITH SEQUENCES
AND SOLID BRASS NOVELTIES/GIFT ITEMS ETC.
MAILING ADDRESS 4378/4B. MURARI LAL LANE
ANSARI ROAD, NEW DELHI-110002 (INDIA)
PHONES:- 011-3265992. 011-3282643.
FAX:- 91-11-3755121, SHELKA NEW DELHI.

بہترین ذکر لا الٰہ الا اللہ اور بہترین دعا الحمد للہ ہے۔ (ترمذی)

C.K.ALAVI RABWAH WOOD INDUSTRIES
MAHDI NAGAR, VANIYAMBALAM-679339.
(KERALA)
TIMBER LOGS SAWN SIZE
TEAK POLES & WOODEN FURNITURE

SUPER INTERNATIONAL
PHONES:- OFF:-6376622 RESI:-6233389
(PLEASE CONTACT FOR IMPORT AND EXPORT GOODS OF ALL KINDS)
PLOT NO. 6. TARUN BHARAT CO-OP. SOCEITY LTD.
OLD CHAKALA, SAHAR ROAD,
ANDHERI EAST) BOMBAY-400099.

ارشادِ نبوی
تَعَلَّمُوا الْيَقِيْن
(یقین کو سیکھو)
(منجانب)
بیگے ازاراکین جماعت احمدیہ بمبئی

طالبانِ دعا:-
آٹو ٹریڈرز
AUTO TRADERS
۱۶ بیمنٹک لین کلکتہ ۷۰۰۰۱

NIR
Starline
NEW INDIA RUBBER WORKS (P) LTD.
CALCUTTA-700015.

"ہماری اعلیٰ لذات ہمارے خدا میں ہیں"
(کشتی نوح)
پیش کرتے ہیں:
آرام دہ، مضبوط اور دیدہ زیب ربرشیٹ، ہوائی چپل نیز ربر پلاسٹک اور کینوس کے جوتے۔

YUBA
QUALITY FOOT WEAR

اَلَیْسَ اللّٰہُ بِکَافٍ عَبْدَہٗ
(پیشکش)
باقی پولیمرز۔ کلکتہ ۷۰۰۰۴۶
فون نمبرز:-
43-4028-5137-5206